16

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

28 اپریل 2004ء — 7 ربیع الاوّل 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

انسان کی روحانی ضرورت

رسول کریم ﷺ کی کامیاب سیاست

میں ایک نعت کہوں، سوچتا ہوں کیسے کہوں

حماس کے شہیدوں کا قافلہ

لوک سبھا کا چناؤ

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

امانت و دیانت

عالم اسلام کی ہفتہ وار ڈائری

کاروانِ خلافت: منزل بہ منزل

سیرتِ محمدیؐ کا تکمیلی پہلو

کوئی زندگی خواہ کسی قدر تاریخی ہو جب تک وہ کامل نہ ہو ہمارے لئے نمونہ نہیں بن سکتی۔ کسی زندگی کا کامل اور ہر نقص سے بری ہونا' اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک اس زندگی کے تمام اجزاء ہمارے سامنے نہ ہوں۔ پیغمبر اسلامؐ کی زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے لے کر وفات تک ان کے زمانہ کے لوگوں کے سامنے اور ان کی وفات کے بعد تاریخ عالم کے سامنے ہے۔ ان کی زندگی کا کوئی مختصر سے مختصر زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جب وہ اپنے اہل وطن کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر آئندہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔

پیدائش' شیر خوارگی' بچپن' ہوش و تمیز' جوانی' تجارت' آمد و رفت' شادی' احباب قبل نبوت' قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت۔ امین بننا اور خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا۔ رفتہ رفتہ تنہائی پسندی' غار حرا کی گوشہ نشینی' وحی' اسلام کا ظہور' دعوت' تبلیغ' مخالفت' سفر طائف' معراج' ہجرت' غزوات' حدیبیہ کی صلح' دعوتِ اسلام کے نامہ و پیغام' اسلام کی اشاعت' تکمیل دین' حجۃ الوداع' وفات۔ ان میں سے کون سا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپؐ کی کون سی حالت ہے جس سے اہلِ تاریخ ناواقف ہیں۔ سچ جھوٹ' صحیح غلط ہر چیز الگ الگ موجود ہے اور اس کو ہر شخص جان سکتا ہے۔ کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ محدثین نے موضوع اور ضعیف روایتوں کو بھی کیوں محفوظ رکھا؟ مگر خیال آیا کہ اس میں مصلحت الٰہی یہ تھی کہ معترضوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے بہت سی روایتوں کو غائب کر دیا۔ جیسا کہ آج عیسائی لٹریچر پر اعتراض کیا جاتا ہے اس لئے ہمارے محدثین کرام نے اپنے پیغمبر کے متعلق صحیح و غلط سارا مواد سب کے سامنے لا کر رکھ دیا ہے اور ان دونوں کے درمیان تفرقے بتا دیئے ہیں اور اصول مقرر کر دیئے ہیں۔

اٹھنا بیٹھنا' سونا جاگنا' شادی بیاہ' بال بچے' دوست احباب' نماز روزہ' دن رات کی عبادت' صلح و جنگ' آمد و رفت' سفر و حضر' نہانا دھونا' کھانا پینا' ہنسنا رونا' پہننا اوڑھنا' چلنا پھرنا' ہنسی مذاق' بولنا چالنا' خلوت جلوت' ملنا جلنا' طور و طریق' رنگ و بو' خط و خال' قد و قامت' یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہم خوابی و طہارت کے واقعات ہر چیز پوری روشنی میں مذکور' معلوم اور محفوظ ہے۔

ماخذ: خطباتِ مدراس

تحریر: سید سلیمان ندوی

سورۃ آل عمران (آیات 15 تا 18)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾

"(اے پیغمبر اُن سے) کہو کہ بھلا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو (سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں ان کے لئے ان کے رب کے ہاں باغاتِ (بہشت) ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے' اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اللہ تعالیٰ کی خوشنودی۔ اور اللہ (اپنے نیک) بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لے آئے' سو ہم کو ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے اور سچ بولتے اور عبادت میں لگے رہتے اور (راہِ خدا میں) خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔ اللہ تو اس کی بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

ان سے کہہ دیجئے کیا میں تمہیں بتاؤں ان تمام چیزوں سے بہتر کون سی ہے؟ سنو وہ تقویٰ ہے۔ جو لوگ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے دامن میں ندیاں بہتی ہوں گی' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے' وہاں بڑی ہی پاک باز بیویاں ہوں گی اور اللہ کی خوشنودی ہوگی جو سب سے بڑی شے ہے۔ تقویٰ یہی ہے کہ اپنے نفس کا حق بھی ادا کیا جائے لیکن ناجائز راستے سے نہیں۔ پیٹ کا حق بھی ہے لیکن اس حق کی ادائیگی بھی اکل حلال سے ہو۔ اولاد کے حقوق بھی ادا کئے جائیں' پھر بیوی کا بھی حق ہے' حتیٰ کہ تمہارے ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے۔ یہ سارے حقوق ادا کرو لیکن اللہ سے اوپر کسی حق کو فوقیت نہ دی جائے' بس یہ ہے اصل بات۔ حفظ مراتب ضروری ہے ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ اللہ کا حق سب سے فائق ہے۔ اگر یہ حفظ مراتب نہیں ہوگا تو گویا دین بھی گیا' دنیا بھی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے تو انسان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں' وہ ہمہ وقت اپنے بندوں (کے اعمال) کو دیکھ رہا ہے۔

وہ کون سے ایسے خاص بندے ہیں جو کہتے رہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے پس ہمارے گناہ بخش دیجئے اور ہمیں آگ کے عذاب سے دور رکھئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مدح کی جارہی ہے اور تلقین کی جاری ہے کہ اگر اللہ سے یہ دعا کرنا چاہتے ہو کہ اللہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں جہنم کے عذاب سے بچا لے تو اپنے اندر یہ اوصاف پیدا کرو۔ وہ لوگ صبر کرنے والے اور راست باز ہیں' یعنی ان کا قول اور عمل صحیح اور درست ہے۔ فرمانبردار اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں۔ اور ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ سحری کے وقت' جسے small hours of the morning کہتے ہیں جاگ کر استغفار کرنے والے ہیں۔ یہ پنجگانہ نمازوں کے علاوہ کا پروگرام ہے۔ صبح سویرے یعنی رات کے آخری حصے کا وقت بڑا خاص وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور پھر ایک ندا ہوتی ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا کہ میں اسے معاف کردوں؟ ہے کوئی کچھ مانگنے والا کہ میں اسے عطا کردوں؟ گویا

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہرو منزل ہی نہیں!

اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' سب سے بڑی گواہی اللہ کی ہے اور سارے فرشتے بھی گواہ ہیں اور اولوا العلم بھی اس پر گواہ ہیں۔ اولوا العلم وہ لوگ ہیں جو صاحب فہم وادراک ہیں' جو کائناتی آیات کے حوالے سے اللہ کو پہچان لیتے ہیں اور مان لیتے ہیں کہ وہی معبود برحق ہے۔ سورۃ البقرہ کے بیسویں رکوع کی پہلی آیت میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... الآیۃ اور وہ اللہ قسط اور عدل کا قائم کرنے والا ہے۔ ہاں یہ کہنا اہل سنت کے نزدیک سوءِ ادب ہے کہ اللہ پر عدل کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی شے واجب نہیں' لیکن اللہ کو عدل پسند ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. اللہ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ خود بھی عدل فرمائے گا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زبردست ہے' کمال حکمت والا۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر

فرمان نبوی

نقل اتارنا

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَا اُحِبُّ اَنِّیْ حَكَيْتُ اَحَدًا وَّاَنَّ لِیْ كَذَا وَكَذَا.))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں پسند نہ کروں گا کہ کسی کی نقل اتاروں' خواہ مجھے اتنا اور اتنا معاوضہ مل جائے۔" (رواہ الترمذی)

زبان سے گالی گفتار' لعن طعن اور سخت کلامی یا پیچھے کسی کی برائی کرنا تو سب سمجھدار لوگ برا سمجھتے ہیں اور اس کو چھوڑ دینے کی نصیحت بھی کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ یہ باتیں باہمی میل جول کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اس حدیث میں جس چیز سے منع فرمایا گیا ہے یہ ایذا رسانی اور غیبت کی بدترین شکل ہے۔

دوسروں کی نقلیں اتارنا خواہ تفریح طبع کیلئے ہو یا تضحیک اور رسوائی کے لئے انتہائی مذموم اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اس سے نہ صرف دوسرے کی توہین ہوتی ہے بلکہ نقل اتارنے والا خود بھی اپنے آپ کو دوسروں کی نگاہوں میں گرا لیتا ہے۔

اداریہ

اگر فلسطینیوں پر کوہِ غم ٹوٹا' تو کیا غم ہے؟

''ندائے خلافت'' کے اس عنوان کے غم کی سیاہی (شمارہ 12) ابھی خشک نہ ہونے پائی تھی اور شیخ احمد یاسین کی شہادت کا غم ابھی کم نہ ہوا تھا کہ اسرائیل کے سفاک وزیراعظم شیرون کے زیرِ ہدایت اسرائیل کے باضابطہ فضائی حملے میں ''حماس'' کے نئے سربراہ عبدالعزیز رنتیسی اور اُن کے بیٹے محمد اور ایک محافظ کو شہید کر دیا گیا۔ انہیں شیخ احمد یاسین کی جگہ سربراہ مقرر کیا گیا تھا۔ حزب اللہ اور شام نے الزام لگایا ہے کہ ان دونوں سربراہوں کی شہادت کے جرم میں امریکا شریک ہے۔ یہ الزام نہیں' بلکہ حقیقت ہے۔ امریکا اور یورپ کی سرپرستی اور برملا سیاسی' اقتصادی اور عسکری تعاون اور دنیائے اسلام کے سربراہوں اور حکومتوں کی بزدلی اور بے غیرتی کی وجہ سے ایک چھوٹی سی یہودی ریاست کے حوصلے اتنے بلند ہو چکے ہیں کہ کابینہ میں فلسطینی لیڈروں کے قتل کی کھلم کھلا منظوری دی جاتی ہے اور اس فیصلے کی بین الاقوامی تشہیر کی جاتی ہے۔ شیخ احمد یاسین کی شہادت کے فوراً بعد اسرائیلی فوج کے کمانڈر انچیف نے سرکاری طور پر اعلان کیا تھا کہ اب ہمارا اگلا ٹارگٹ یاسر عرفات اور حزب اللہ کے قائد حسن نصر اللہ کی ہلاکت ہے۔ اسرائیلی فوج اب اگلا ٹارگٹ تلاش کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتی' بلکہ جو سامنے آتا ہے' اس پر فضائی حملہ کر کے ''عظیم تر اسرائیل'' کی منزل کا کانٹا سمجھ کر' اپنے راستے سے فوراً ہٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔

اسرائیل کے وزیراعظم شیرون نے گزشتہ ماہ امریکا کے ''روڈ میپ'' کے منصوبے کے بالکل برعکس اپنا ایک منصوبہ پیش کیا ہے' جس میں اہم عرب علاقوں پر اپنا فوجی قبضہ برقرار رکھنے' بلکہ ان مقبوضہ علاقوں کو اب اسرائیل کا قانون حقِ ملکیت جمانے پر اصرار کیا گیا ہے۔ امریکا کے صدر بش کے علاوہ برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلیئر نے شیرون کے اس نئے منصوبے کا مطالعہ کئے بغیر اس کی منظوری دیتے ہوئے اسے علاقے کے امن اور مفاد میں قرار دیا ہے۔ ان کے اس عاجلانہ فیصلے سے امریکا اور برطانیہ کے شرانگیز عزائم کی نشان ہوتی ہے۔

شہید رنتیسی فلسطین کے ان رہنماؤں میں شامل تھے جو اسرائیل کے ساتھ کسی قسم کے امن سمجھوتے کے حق میں نہیں تھے' کیونکہ یاسر عرفات کا حشر ان کے سامنے تھا جو امریکا کے امن منصوبے کو قبول کرنے کے باوجود ہمہ وقت اسرائیلی حملوں کی زد میں رہتے ہیں۔ وہ خوب جانتے تھے کہ فلسطین ہی میں نہیں' بلکہ دنیائے اسلام کے چپے چپے' افغانستان' عراق' کشمیر' چیچنیا اور دوسرے حصوں میں اس وقت مسلمانوں کا جو قتل عام جاری ہے' وہ امریکا' برطانیہ کے قدیم مکروہ عزائم کا آئینہ دار ہے۔ یہود و ہنود کا مشترکہ ٹارگٹ صرف فلسطینی اور کشمیری عوام نہیں' بلکہ یہ تو تمام مسلمانانِ عالم کی قوتِ برداشت' غیرت مندی اور حساسیت کا امتحان لینے کی صیہونی اور کروسیڈی سوچی سمجھی سکیم ہے (اس پوری سکیم کے تاروپود کے مطالعے کے لئے ملاحظہ ہو ''ندائے خلافت'' کا فلسطین نمبر)۔ اگر دشمنانِ اسلام کے انتہائی جارحانہ اور قصابانہ حملوں کے عریاں مظاہروں کے بعد بھی مسلمان متحد نہ ہوئے اور انہوں نے اپنے حقیقی نظریاتی دشمنوں امریکا' بھارت اور اسرائیل کے علاوہ ان کے یورپی اور ایشیائی اتحادیوں کو نہ پہچانا اور اپنے وسائل و ذرائع پر روز افزوں امریکی تسلط کو برداشت کرتے چلے گئے اور اپنے آپ کو اقتصادی اور فوجی لحاظ سے مضبوط کر کے اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی پالیسی اختیار نہ کی تو شیخ احمد یاسین اور رنتیسی جیسے بہادر اور غیرت مند رہنماؤں کا خون بہتا رہے گا اور ایٹم بم بردار اسرائیل اپنے اہداف کی فہرست فلسطین سے نکال کر دوسرے مسلم ملکوں میں بھی وسیع کرتا چلا جائے گا۔ عرب لیگ اور او آئی سی جیسے ادارے آخر کب تک محض ''قراردادِ مذمت'' سے مسلم امت کی آنکھوں میں اترے ہوئے خون کو ٹھنڈا کرتے رہیں گے۔ ہر مسلم ملک اپنے اپنے نیم پختہ سیاسی نظام کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائے بیٹھا ہے اور ہدایاتِ قرآنی کی روشنی میں ''خلافت'' پر مبنی عالمی نظام سے کنارہ کش رہنے کی کوشش کرتا ہے' جس کے سبب مسلم ممالک افتراق و انتشار کی حالت میں رہنے پر مجبور ہیں۔ مسلم ممالک کے موجودہ سربراہانِ حکومت اپنے اپنے اقتدار' اپنی دولت اور اپنی اپنی جان بچانے کی پالیسی ہی کو عالم اسلام کے دفاع اور سلامتی کا مظہر سمجھتے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ شیخ احمد یاسین اور رنتیسی کی شہادت موجودہ مسلم حکمرانوں کی غیرت و حمیتِ دینی کو جگانے کا باعث بنے۔ مسلم امہ کی یہ کسمپرسی' باہمی انتشار و افتراق اور بے بسی و بے حسی دراصل اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی کا نتیجہ ہے۔ شیخ احمد یاسین کے معاً بعد حماس کے نئے سربراہ کی مظلومانہ شہادت کے واقعات اگر امت کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور اپنا قبلہ درست کر کے اللہ اور اس کے دین کے ساتھ خلوص' اخلاص اور وفاداری پر آمادہ کرنے کا موجب بن جائیں تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہے' کہ ع خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مشہور اور گمنام شہیدوں کی قبروں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جو دشمنوں کے ظلم و ستم اور اپنوں کی بے بسی اور بے غیرتی کے باوجود اسلام پر اپنے ایمان کی شہادت دے گئے اور دے رہے ہیں۔

(مدیر انتظامی)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

جلد		شمارہ
13	22 تا 28 اپریل 2004ء یکم تا 7 ربیع الاول 1425ھ	16

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر انتظامی: سید قاسم محمود

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)

☆.☆.☆

''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

بدھ۔ 14/اپریل

● شمالی سوڈان عرصہ دراز سے خانہ جنگی کی لپیٹ میں ہے۔ وہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے اور ان کے انتہا پسند رہنما عالمی طاقتوں کی سرپرستی میں سوڈان کی اسلامی حکومت کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ اس کا ایک ثبوت یورپی یونین کی دھمکی ہے جس کے مطابق اگر شمالی سوڈان میں لڑائی ختم نہ ہوئی تو وہ وہاں فوجی مداخلت کرسکتی ہے۔ عالمی طاقتوں نے بظاہر سوڈانی حکومت اور باغیوں کے درمیان امن مذاکرات شروع کر رکھے ہیں مگر یہ ایک ڈھونگ ہے۔ ان کا اصل مقصد سوڈان میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا ہے۔

● اس دن بھی عراق اور افغانستان میں مجاہدین نے آٹھ امریکی فوج قتل کر دیئے۔ عراقی مجاہدوں نے ایک امریکی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔ ان کے سالارِ اعلیٰ مقتدیٰ صدر کا کہنا ہے میں آزادی کی خاطر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں مگر مجھے غلام بننا ہرگز منظور نہیں۔

جمعرات۔ 15/اپریل

● امریکی صدر بش نے آخرکار اسرائیلی منصوبے کی حمایت کر دی ہے جس کے مطابق غرب اردن میں قائم یہودی بستیاں اسرائیل کا حصہ بن جائیں گی۔ واضح رہے کہ یہ اس علاقے میں آباد ہے جسے بالآخر فلسطینی ریاست میں شامل ہونا ہے۔ فلسطینی رہنماؤں سمیت مشرق وسطیٰ کے تمام ممالک نے یہ اسرائیلی منصوبہ مسترد کر رکھا ہے مگر اس کے ''آقا'' کی حمایت نے علاقے میں جاری بحران کو مزید خطرناک بنا دیا ہے۔ اسرائیلی منصوبے کی اہم بات یہ ہے کہ اس نے جنگوں کے ذریعے جن علاقوں پر قبضہ کیا' وہ بھی اسرائیل میں شامل کرنے کا منصوبہ ہے۔ امریکا ویسے تو حق اور انصاف کی باتیں بڑھ چڑھ کر کرتا ہے مگر جب اس کے یا اپنے حواریوں کے مفادات پر ضرب پڑے' تو پھر جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا معاملہ ہو جاتا ہے۔

جمعہ۔ 16/اپریل

● آج عرصہ دراز بعد اسامہ بن لادن نے ذرائع ابلاغ کو اپنا ٹیپ شدہ پیغام بھجوایا جس میں انہوں نے کہا ''اگر یورپی ممالک مسلمانوں کا استیصال کرنا بند کر دے تو القاعدہ ان پر حملے کرنا بند کر دے گی۔ القاعدہ مسلمانوں کے دفاع میں وہ جنگ لڑ رہی ہے جو اس پر مسلط کی گئی ہے۔'' اسامہ کا دعویٰ ہے کہ یورپی حکومتوں کے برعکس وہاں کے لوگ عالم اسلام سے مصالحت چاہتے ہیں۔ اگر وہ جنگ روک دیں تو وہ بھی ہتھیار پھینکنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ ادھر امریکی حکومت نے تسلیم کیا ہے ''ریکارڈ شدہ ویڈیو اسامہ بن لادن ہی کی لگتی ہے''۔

● عراقی شہر فلوجہ اور دیگر شہروں میں آج بھی مجاہدین اور امریکیوں کے درمیان لڑائی جاری رہی جس میں تین امریکی جہنم رسید ہوئے جب کہ چھ عراقی شہید ہو گئے۔ فلوجہ میں جوش و جذبے کا یہ عالم ہے کہ بچے اور عورتیں بھی قابض فوجوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ چھاپہ مار لڑائی عراق کے دوسرے شہروں تک پھیل گئی' تو امریکا کے لئے عراق دوسرا ویت نام بن سکتا ہے۔

ہفتہ۔ 17/اپریل

● آج سڑسٹھ پاکستانی وطن واپس پہنچے جنہیں امریکیوں نے دہشت گردی کے الزام میں پکڑ کر بھیڑ بکریوں کی طرح جیلوں میں ٹھونس دیا تھا۔ پاکستانیوں نے بتایا کہ امریکا میں مسلمانوں کے لئے حالات خراب ہیں۔ ڈاڑھی والے کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اگر کوئی مسلمان معمولی سا جرم کرے تو اسے کڑی سے کڑی سزا دی جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے ''لگتا ہے کہ امریکا نے سارے مسلمانوں کو نکالنے کا منصوبہ بنالیا ہے''۔

اتوار۔ 18/اپریل

● اسرائیلیوں نے حماس کے نئے سربراہ عبدالعزیز رنتیسی کی کار پر میزائل مار کر انہیں بیٹے اور محافظ سمیت شہید کر دیا۔ انہیں احمد یاسین کی شہادت کے بعد حماس کا سربراہ منتخب کیا گیا تھا۔ رنتیسی 23 اکتوبر 1947ء کو غزہ کے قریبی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پیشے کے لحاظ سے امراضِ بچگان کے خصوصی ماہر تھے۔ آپ اسرائیل کے کٹر مخالف اور اس سے کوئی سمجھوتا کرنے کے سخت خلاف تھے۔ انہیں حماس کا سیاسی رہنما سمجھا جاتا تھا۔

ان کی شہادت اس اسرائیلی منصوبے کی کڑی ہے جس کے مطابق وہ حماس اور اسلامی جہاد سمیت تمام فلسطینی مزاحمتی تحریکوں کے رہنماؤں کو شہید کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون کھلے عام اس منصوبے کا اعلان کر چکے ہیں۔ ادھر حماس کے رہنماؤں نے اعلان کیا ہے کہ وہ جلد ایسا بدلہ لیں گے کہ دشمن کی سات نسلیں یاد رکھیں گی۔

پیر۔ 19/اپریل

● جب سے اسپین میں انتخابات ہوئے تھے' نئی حکومت عراق سے اپنی فوج واپس بلانا چاہتی تھی۔ آخرکار آج ہسپانوی وزیر اعظم نے اعلان کر دیا کہ وہ عراق سے اپنی فوج واپس بلوا رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے ''یہ میرا نہیں عوام کا فیصلہ ہے۔'' اس اعلان سے یقیناً امریکا کے اتحادیوں کو دھچکا پہنچا ہے گو بظاہر انہوں نے کسی قسم کے ردّعمل کا اظہار نہیں کیا۔ یاد رہے کہ برطانیہ سمیت امریکا کے کئی اتحادی یہ اشارے دے رہے ہیں کہ عراقی معاملات میں اب اقوام متحدہ کا عمل دخل بڑھنا چاہئے۔ ادھر مقتدیٰ صدر کے حامیوں نے مزید بارہ امریکی فوجی ہلاک کر دیئے۔ مقتدیٰ کا کہنا ہے کہ امریکیوں سے جنگ اس وقت تک جاری رہے گی جب تک عراق میں اقوام متحدہ کی فوج نہیں آجاتی۔

● موسم گرما آتے ہی چیچن جانباز بھی سرگرم ہو گئے ہیں۔ انہوں نے چیچنیا کے مختلف علاقوں میں چھاپہ مار کارروائیوں کے دوران اکیس روسی فوجی ہلاک کئے جبکہ تینتالیس زخمی ہوئے۔ روس اپنی تمام تر جنگی قوت کے باوجود چیچن مجاہدین کو زیر نہیں کر سکا جو بے سروسامانی کے عالم میں تن تنہا اپنے سے کہیں بڑی طاقت کے خلاف جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں تاکہ اپنے مادرِ وطن کو آزاد دیکھ سکیں۔ ان کی عظمت کو سلام۔

منگل۔ 20/اپریل

● لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی جب 1969ء برسراقتدار آئے تھے' تو انہوں نے ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی تھی۔ اب چونتیس سال بعد اسے ہٹالیا گیا ہے۔ اور اس سے وابستہ تمام قوانین بھی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ اس اعلان سے لیبیا کے معاشرے کو فائدہ پہنچے گا جہاں آزادی رائے کے سلسلے میں کافی پابندیاں عائد ہیں۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

● از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
● ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
● نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:
(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I'II'III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس
مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:
شعبہ خط وکتابت کورسز 'قرآن اکیڈمی' 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

پہلی بات: جس دنیا میں ہم نے آنکھ کھولی ہے‘ وہ ہماری اصل منزل نہیں ہے۔ اصل منزل آخرت ہے۔

دوسری بات: ہماری موجودہ زندگی ایک امتحانی وقفہ ہے اور یہاں انسان کو جانچا جا رہا ہے

تیسری بات: دنیا کی موجودہ زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت کا کچھ سامان فراہم کر دیا ہے

انسان کی روحانی ضرورت

مسجد دارالسلام باغ جناح‘ لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب کے 9 اپریل 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ الکہف کے ابتدائی تین رکوعوں میں اصحاب کہف کا واقعہ تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ پہلا رکوع بہت ہی اہم مضامین پر مشتمل تھا‘ جس میں ہمیں اس دجالی دور کے متعلق رہنمائی ملتی ہے۔ پہلے رکوع کے آخر ہی سے اصحاب کہف کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا اور تیسرا رکوع اصحاب کہف کے حالات پر مشتمل ہے۔ چوتھے رکوع کی ابتدا میں حضور اکرم ﷺ کو خطاب کر کے مسلمانوں کے لئے ایک بہت اہم ہدایت آئی ہے‘ جس کے بعد اصحاب کہف کے عرصہ قیام کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ تاہم آگے بڑھنے سے پہلے چند تمہیدی باتوں پر گفتگو ضروری ہے!

اصل میں مادہ پرستی اور ایمان کے درمیان ازل سے جو کشمکش جاری ہے‘ اس کا نقطۂ عروج اور کلائمکس یہ دجالی فتنہ ہے۔ سورۂ کہف کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں چار قصوں کا ذکر ہے۔ سب سے پہلے اصحاب کہف کا بیان ہے۔ اس کے بعد پانچویں رکوع میں ایک ایسے باغ والے کا ذکر ہے جس کے دو باغات ہیں جبکہ اس کا دوست مفلوک الحال ہے۔ پھر اس واقعے کی تفصیل ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کی ملاقات ایک درویش شخصیت سے کروائی گئی‘ جن کا نام عام طور پر خضرؑ بیان کیا جاتا ہے۔ اس تجربے کے ذریعے حضرت موسیٰؑ پر ظاہر و باطن کا فرق واضح کیا گیا۔ دراصل یہ مادہ پرستی ہی ہے جو کسی انسان کے لئے حقیقت کو پہچاننے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ پھر ذوالقرنین کا قصہ ہے‘ جس میں معاملہ اصحاب کہف کے بالکل برعکس ہے۔ اصحاب کہف کمزور‘ ناتواں‘ اسباب و وسائل سے محروم تھے اور وقت کے جابر بادشاہ نے دوٹوک طور پر ان کو چیلنج کر دیا تھا کہ یا تو اپنے آبائی دین شرک میں واپس آ جاؤ یا پھر تم رجم کر دیئے جاؤ گے۔ ایسے میں ان کے پاس صرف ایک شے تھی یعنی اللہ پر توکل ـــــ جبکہ ذوالقرنین تمام اسباب و وسائل کا مالک ہونے کے باوجود اللہ پر ایمان رکھنے والا اور اللہ پر توکل کرنے والا تھا۔ یہ دوسری انتہا ہے۔ تو اصل حاصل یہ ہے کہ حقیقی قوت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے‘ جو ہر چیز پر قادر ہے ـــــ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** ـــــ لیکن دنیا کی زندگی میں ظاہر کا پردہ ایسے پڑتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ اس کی نگاہ اسی پر اٹک جاتی ہے کہ اس وقت لاٹھی کس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لاٹھی اپنی سخت ترین شکل میں دجالی فتنے کے دور میں ہو گی۔ اس دجالی فتنے کے علمبرداروں کے ہاتھ میں اسباب و وسائل‘ قوت‘ طاقت سب چیزیں بتمام و کمال جمع ہوں گی‘ جیسا کہ اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں۔

ایک ہے ظاہر اور ایک ہے باطن۔ ہمارا ایمان باطنی حقیقت پر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ہمیں بتاتا ہے کہ ظاہر سب کچھ نہیں ہے‘ اصل حقیقت کچھ اور ہے جسے ماننے کا نام ایمان ہے۔ اس کائنات کے قطعی اور مطلق حقائق غیب کے پردے میں ہونے کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آ رہے لیکن ان کے متعلق رہنمائی ہمیں وحی آسمانی کے ذریعے اور اللہ کی کتابوں کے ذریعے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کا کامل ترین ایڈیشن قرآن مجید ہے۔ اس کی تعلیمات کا حاصل نکالا جائے تو پہلا نکتہ یہ سامنے آتا ہے کہ جس دنیا میں ہم نے آنکھ کھولی ہے‘ وہ ہماری اصل منزل نہیں ہے۔ یہ ایک گزرگاہ ہے جبکہ اصل منزل آخرت ہے۔ لہٰذا یہاں دل نہیں لگانا ورنہ اصل زندگی برباد ہو جائے گی۔ لیکن انسان اپنی ظاہری نگاہ کے زیر اثر اسی دنیاوی زندگی کو اصل حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے اور ”کھاؤ‘ پیو اور عیش کرو“ کے فلسفے پر عمل کرنے لگتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ زندگی ایک امتحانی وقفہ ہے اور یہاں انسان کو جانچا جا رہا ہے۔ اگر وہ کامیاب رہا تو ناقابل تصور انعامات سے نوازا جائے گا‘ بصورت دیگر سخت ترین عذاب کا سامنا ہو گا۔ اسلام میں دنیوی اور اخروی زندگی کا تصور الگ الگ یا غیر مربوط نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ آخرت میں جب دنیا میں کئے گئے نیک اعمال کا بدلہ ملے گا تو انسان کو پتہ چل جائے گا کہ ایک سجدہ بھی قدر و قیمت کے اعتبار سے دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔

تیسری بات یہ کہ دنیا کی زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت کا کچھ سامان اس دنیا میں رکھ دیا ہے۔ بھوک لگتی ہے تو انواع و اقسام کے رزق ہیں۔ جنسی خواہش اور بقائے نسل کی تمنا ہے تو ان تقاضوں کو پورا کرنے کا سامان بھی موجود ہے۔ انسان کی روحانی ضرورت کہ اُسے صراط مستقیم معلوم ہو‘ اس کے لئے وحی کی روشنی فراہم کی گئی۔ لیکن سفر حیات طے کرنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی‘ ان میں اتنی کشش رکھ دی گئی کہ اس سفر میں امتحان بھی انہی چیزوں کے ذریعے ہو رہا ہے۔ بس یہی کڑی آزمائش ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی چنگاری انسان کے دل میں ہے تو دوسری طرف ⇦

مادی چیزوں کی محبت اور ان کی کشش بھی رکھ دی گئی۔ اب سائنسی ترقی کے نتیجے میں دنیا کی زیب و زینت' چمک دمک بے انتہا بڑھ گئی ہے اور یہ امتحان سخت تر ہو گیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''اے مسلمانو! مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ فقر کی وجہ سے تم مشکل میں پڑو گے بلکہ خطرہ اس کا ہے کہ رزق کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے اور پھر تم اسی کے طلب گار بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے تقاضوں کو بھلا دو گے۔''

دنیا کے ساز و سامان نے فتنہ کی شکل کیونکر اختیار کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ سائنسی ترقی کی بنیاد میں اللہ تعالیٰ کا انکار اور مذہب سے نفرت شامل ہے۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ اگر یہ ترقی باعمل مسلمانوں کے ہاتھوں آئی ہوتی اور قوت' وسائل مسلمانوں کے پاس ہوتے تو یہ مادی ترقی بدعملی پیدا نہ کرتی بلکہ اس کا فائدہ پوری نوع انسانی کو پہنچتا۔ پھر وہ نظام دیا جاتا جس میں لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے' اللہ تعالیٰ سے لو لگاتے' خود صراطِ مستقیم کی طرف آتے! تہذیب و تمدن محض ظاہری چمک دمک کا نام نہیں بلکہ حقیقی کلچر وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ودیعت کردہ تعمیری صلاحیتیں اور روحانی اقدار ترقی پائیں۔ جب سارے مادی وسائل و اسباب اور سائنس و ٹیکنالوجی کے ذریعے حاصل کی ہوئی بے پناہ قوت ابلیسی طاقتوں کے ہاتھ آ گئی تو اب یہ چیز دجالی فتنہ بن گئی۔ اب مادیت ہی مادیت ہے' اسباب وسائل پر پوری توجہ اور بھروسہ ہے جبکہ مسبب الاسباب نگاہوں سے اوجھل ہے۔ مادیت کا یہ عروج دجالی فتنے کا حاصل ہے اور اس کا توڑ اللہ پر ایمان و توکل ہے۔ مادیت اور ایمان کی یہی کشمکش اس سورہ مبارکہ کا اصل موضوع ہے۔

چوتھے رکوع کی پہلی آیت میں واضح طور پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر کسی فعل کی انجام دہی کے لئے تمام مادی وسائل مہیا ہوں تب بھی ہمارا یقین اسی پر ہونا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ کام ہو گا۔ ''ان شاء اللہ'' کے الفاظ اصل میں مادہ پرستی کا توڑ ہیں۔ ان کو پورے ذہنی شعور کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

اب اگلی بحث آ رہی ہے۔ آیت 25 میں ارشاد ہوا:

''اور وہ اپنے غار میں نو اوپر تین سو سال رہے۔'' اصحاب کہف کے عرصہ قیام کے بارے میں بحث اسلاف کے دور سے چلی آ رہی ہے۔ قرآن حکیم نے اس کو مجمل چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ اگلی ہی آیت میں فرمایا گیا:

''(اے نبیؐ!) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے جتنی مدت وہ اس میں رہے۔ اسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں معلوم ہیں۔ وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔ انسانوں کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں۔ اور اس نے اپنے اختیار میں کسی کو شریک نہیں کیا۔''

کل اختیار کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ پورے کون و مکاں میں اسی کی حکمرانی کا سکہ رواں ہے۔ کوئی فرشتہ' کوئی نبی' کوئی رسول' کوئی ولی اس کے اختیار میں شریک نہیں۔ اگر وہ چاہتا ہے تو اپنے اختیار سے اس دنیا میں بھی کسی کو اقتدار بخش دیتا ہے' تاکہ اس کی آزمائش کرے۔ آخرت میں بھی اگر کسی کو سفارش کا موقع عطا فرمایا جائے گا تو ایسا اللہ کی اجازت ہی سے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی وفادار بندے کی عزت افزائی کے لئے اس کو یہ موقع دے گا۔ کوئی شخص کسی کی ناحق سفارش نہ کر سکے گا۔

پانچویں رکوع کا آغاز باغ والوں کے ذکر سے ہو گا' جو کہ سورۃ الکہف کا دوسرا قصہ ہے۔ آیت 27 سے چوتھے رکوع کی اختتامی آیت 31 تک اولین مخاطب تو آنحضور ﷺ ہیں لیکن ان میں مسلمانوں کے لئے بھی بڑی رہنمائی کا سامان ہے۔ آیت 27 میں ہدایت کی گئی:

''تلاوت کیا کرو جو وحی کی گئی تمہاری جانب تمہارے رب کی کتاب میں سے۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ اور تم اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں پاؤ گے۔''

یہ آیات مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئیں۔ اس وقت اہل ایمان پر بدترین تشدد ہو رہا تھا۔ کفار نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ آنحضور ﷺ کے قتل کا فیصلہ ہو گیا تھا اور دار الندوہ میں بظاہر کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ مکہ سے باہر طائف کا تجربہ کر کے بھی دیکھ لیا گیا تھا۔ وہاں جو ذلت و رسوائی ہوئی' معاذ اللہ! اس سے آنحضور ﷺ کی زبان پر کچھ شکوہ بھرے الفاظ بھی آ گئے تھے لیکن پھر اس کی تلافی یہ کہہ کر کر دی گئی کہ: پروردگار! اگر تو راضی ہے تو مجھے وہ سب کچھ منظور ہے جو میرے ساتھ ہو۔

قضیہ فلسطین کا تاریخی پس منظر اور اس کا ہولناک مستقبل

جس طرح آج ارض فلسطین جیسے چھوٹے سے خطے پر دنیا کی کئی اقوام باہم دست و گریباں ہیں' اس کی کوئی دوسری نظیر پوری تاریخ انسانی میں موجود نہیں۔ فلسطین کے قضیئے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک طرف یہود اس ارض مقدس پر ناجائز قبضہ جمانا چاہتے ہیں' جس کے لئے انہیں امریکی جیسی سپر پاور کی مکمل تائید و حمایت حاصل ہے۔ اس معاملے میں پروٹسٹنٹ عیسائی بھی ان کے ساتھ ہیں جن کا نمائندہ امریکہ ہے۔ جبکہ دوسری طرف کیتھولک عیسائی جو یورپ کی نمائندگی کرتے ہیں خود اس ارض مقدس پر کیتھولک حکومت کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہود اس سرزمین پر ناجائز طور پر قابض ہوئے ہیں اور اس سرزمین پر ان کا دعویٰ بے بنیاد اور ظلم پر مبنی ہے' جبکہ یہاں کے حقیقی وارث فلسطینی مسلمان اسرائیل کے ہاتھوں کئی دہائیوں سے مظالم سہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہود کا ایجنڈا یہ ہے کہ اس سرزمین سے مسلمانوں کا صفایا کر کے یہاں یہودی ریاست قائم کی جائے اور مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ کو مسمار کر کے تیسرا ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جائے۔ اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ پوری دنیا کو اس بڑی جنگ کی آگ میں دھکیلنے کو تیار ہیں جسے انجیل میں آرمیگاڈان اور صحیح احادیث میں الملحمۃ العظمیٰ کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ یہ جنگ اب سر پر کھڑی ہے کیونکہ اسرائیل اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے بے چین ہے۔ دوسری طرف پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے بقول یورپ بھی آخری صلیبی جنگ کی تیاری کر رہا ہے' جس کا مظہر یہ ہے کہ یورپ نہ صرف متحد ہو رہا ہے بلکہ اپنی علیحدہ فوج کے قیام کی تیاری بھی کر رہا ہے تاکہ امریکہ کے چنگل سے آزاد ہو کر یورپ خود فلسطین کو فتح کر کے وہاں کیتھولک عیسائی حکومت قائم کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ اس کشمکش کے نتیجے میں پوری دنیا میں خوفناک خون ریزی ہو گی کیونکہ مسلمان بالخصوص عرب نوجوان مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ کے انہدام کو کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ البتہ اس معاملے کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان مسلمان نوجوانوں کی طرف سے یہودی اور امریکی مظالم کے خلاف جو ردعمل ہو گا اس پر انہیں شاہ فہد اور حسنی مبارک جیسے امریکی ایجنٹ حکمران خود قتل کریں گے۔ یوں اس جنگ میں ایک طرف امریکہ' یہود اور یورپ کے ہاتھوں خونِ مسلم کی ارزانی ہو گی تو دوسری طرف وہ اپنے ہی ہم مذہب حکمرانوں کے مشق ستم کا نشانہ بنیں گے۔ البتہ احادیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بہت بڑے نقصان کے بعد بالآخر فتح اہل ایمان کو حاصل ہو گی اور باطل کا غرور خاک میں مل جائے گا۔

(ڈاکٹر عبد الخالق' ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

یہ سختی اگر تیری ناراضگی کی وجہ سے نہیں ہے تو میں سب کچھ جھیلنے کے لئے تیار ہوں۔ بہرکیف' ان حالات میں یہ ہدایت دی گئی کہ رب پر ایمان اور توکل کی مضبوطی کے لئے مسلسل تلاوتِ قرآن کرو۔ مشکلات اور اسباب و وسائل کی کمی سے دل پر جو ایک منفی اثر ہو سکتا ہے' وہ زائل ہو جائے گا۔ ایک عام مسلمان بھی جب ایسے حالات سے دوچار ہو تو اس کے لئے بھی یہی رہنمائی ہے کہ کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ اس میں پڑھنا بھی شامل ہے' سمجھنا بھی اور سمجھ کر اس پر عمل کی کوشش کرنا بھی! آیت 28 میں ارشاد ہوا:

''اور (اے نبیؐ) آپ بھی اپنے آپ کو روک کر رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام۔ اور وہ رب کے روئے انور کے طلب گار ہیں۔ آپ کی نگاہیں ان سے کترا کر دنیا کی چمک دمک کی طرف مائل نہ ہونے پائیں۔ اور ہرگز بات نہ مانیں اس کی کہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی اور جس کا طریقہ کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔''

آنحضور ﷺ کو معلوم تھا کہ دین کے غلبے کے لئے ضروری ہے کہ صاحبِ حیثیت لوگ ایمان لائیں' تو آپ کا زیادہ التفات رؤسائے قریش کی طرف رہتا تھا۔ آپؐ کوشش میں ہوتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایمان لے آئے تاکہ اسلام کو بڑی تقویت ملے۔ اس کے لئے آپؐ دعائیں بھی کرتے تھے۔ چنانچہ یہ دعا بڑی معروف ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عمر بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کو ضرور میری جھولی میں ڈال دے۔ یہ دونوں صاحبِ حیثیت تھے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کی توجہ اس جانب دلائی گئی کہ آپؐ ایسے مومنین مخلصین کو اپنی صحبت و مجالست سے مستفید کرتے رہئے جو اگرچہ دنیوی حیثیت سے تو مالدار اور معزز نہیں لیکن اپنے رب کی خوشنودی کے طالب ہیں۔ آپ کی رحمت و شفقت کے اولین مستحق یہی لوگ ہیں۔

بڑے بڑے سرمایہ داروں اور چمک دمک رکھنے والے لوگوں نے جب دنیا کو اختیار کیا اور اسی کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ یہ اللہ کی طرف سے ٹھکرائے ہوئے لوگ ہیں۔

الغرض مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ جب مادیت کا غلبہ اور فتنے کا دور ہو تو قرآن کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ اور ان لوگوں کے ساتھ جڑے رہو جن کی زندگی کا مقصد اللہ کو راضی رکھنا ہو اور جو صبح شام اللہ کو پکارنے والے ہوں۔ دنیا کی چمک دمک سے ان کی آنکھیں خیرہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست پر چلنے اور دجالی فتنے کے بُرے اثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

بھروسہ صرف اللہ پر ہونا چاہئے

عقل انسان کو خطرہ مول لینے کا کبھی مشورہ نہیں دے گی' ہمیشہ مصلحت اور عافیت کی راہ دکھاتی ہے۔ ''پہلے پاکستان'' اسی عقل و دانش کا تقاضا تھا خواہ اس سے بنیادی انسانی اقدار کی نفی اور اسلام سے غداری لازم آتی ہو ـــــ مگر اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کی پیروی اور اطاعت کا تقاضا بالکل جدا ہے وہاں انسانی عقل کام نہیں آتی' ع بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق کا معاملہ ہوتا ہے۔

یہ باتیں قرآن آڈیٹوریم میں ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے ہفتہ وار درسِ قرآن کے دوران سورہ انفال کے حوالے سے غزوہ بدر کے ذیل میں کہیں' جب ایک موقع پر بعض صحابہ کرامؓ ابوسفیان کی سرکردگی میں آنے والے تجارتی قافلے کا راستہ روکنے کے حق میں دلائل دے رہے تھے تاکہ اس سے حاصل ہونے والا مال و دولت قریش مکہ کے خلاف جنگ کے لئے قوت فراہم کرنے کا موجب بنے' مگر اللہ اور رسولؐ اس کی بجائے مکہ سے جنگ کے لئے آنے والے لشکر کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ جس کے لئے مسلمانوں کے پاس جنگی ساز و سامان نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے باوجود غزوہ بدر میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور حق کا بول بالا ہوا۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ظاہری مال و اسباب کی فراہمی ضروری ہے مگر ایک مسلمان کا اصل توکل اور بھروسہ ہمیشہ اللہ پر ہونا چاہئے اور اس کے پیشِ نظر صرف اور صرف اللہ کے دین کی سربلندی رہنا چاہئے' نہ کہ دنیاوی مصلحتیں اور مفادات۔ اس کے برعکس ہمارا یہ حال ہے کہ پاکستان کے عوام کی اکثریت بش کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر خوش اور مطمئن ہے تاکہ ہمارے معمولات میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اسے ہم اپنی بہت بڑی کامیابی تصور کرتے ہیں' خواہ یہ کامیابی کتنی ہی عارضی کیوں نہ ہو۔

سردار اعوان' معتمد ذاتی' صدر مؤسس تنظیم اسلامی

تاریخِ اسلامی سے

قدرداں اہلِ علم کے

خلافتِ اندلس کا جلیل القدر اموی فرمانروا خلیفہ حکم ثانی اپنی علم دوستی کی وجہ سے زندہ جاوید ہے۔ اس کی عالم نوازی کی ایک حکایت قابلِ تذکرہ ہے کہ ایک روز ابوابراہیم نامی ایک فقیہ مسجد ابوعثمان میں وعظ بیان کر رہا تھا۔ اسی حالت میں شاہی چوبدار آیا اور اس نے ابوابراہیم سے کہا کہ امیر المومنین نے آپ کو اسی وقت طلب فرمایا ہے اور وہ باہر انتظار کر رہے ہیں۔ ابوابراہیم نے کہا کہ تم امیر المومنین سے کہہ دو کہ میں اس وقت خدا کے کام میں مصروف ہوں جب تک اس کام سے فارغ نہ ہو لوں باہر نہیں آ سکتا۔ چوبدار اس جواب کو سن کر حیران رہ گیا اور ڈرتے ڈرتے جا کر خلیفہ کی خدمت میں ابوابراہیم کا جواب عرض کیا۔ خلیفہ نے یہ سن کر چوبدار سے کہا کہ تم جا کر ابراہیم سے کہہ دو کہ میں اس بات کو سن کر بہت خوش ہوا ہوں کہ آپ خدا کے کام میں مصروف ہیں' جب اس کام سے فارغ ہو جائیں تو تشریف لے آئیں میں اس وقت تک دربار میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ چوبدار نے یہ پیغام آ کر ابوابراہیم کو سنایا۔ ابوابراہیم نے کہا کہ تم جا کر امیر المومنین سے کہہ دو کہ میں بڑھاپے کی وجہ سے نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہوں نہ چل سکتا ہوں' باب السدہ یہاں سے زیادہ دور ہے مگر باب الصنع یہاں سے قریب ہے' اگر باب الصنع کے کھول دینے کی اجازت دیں تو میں اس دروازے سے باآسانی حاضرِ دربار ہو سکوں گا۔ باب الصنع ہمیشہ بند رہتا تھا اور کسی خاص موقع پر ہی اس کے کھولنے کی اجازت ہوتی تھی۔ ابوابراہیم اس کے بعد پھر اپنے وعظ میں مصروف ہو گیا اور چوبدار یہ پیغام بھی خلیفہ کے پاس پہنچا کر خلیفہ کے حکم سے آ کر مسجد میں بیٹھ گیا۔ جب ابراہیم اپنا وعظ ختم کر چکا تو چوبدار نے عرض کیا کہ باب الصنع آپ کے لئے کھول دیا گیا ہے اور امیر المومنین آپ کے منتظر ہیں۔ ابوابراہیم جب باب الصنع پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہاں امراء و وزراء اس کے استقبال کے لئے موجود ہیں۔ وہ دربار میں گیا اور خلیفہ سے باتیں کر کے اسی دروازے سے عزت و احترام کے ساتھ واپس آیا۔

قاضی عبدالقادر

وفیات

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

حماس کے شہیدوں کا قافلہ

ایک نظر میں

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

03-12-2000۔عزالدین القسام بریگیڈ کے ایک رہنما اعداد سلمی کارنی کراسنگ کے نزدیک جو اسرائیل اور غزہ پٹی کے درمیان واقع ہے'ایک دھماکے میں شہید ہوئے۔

31-07-2001۔حماس کے دو قائدین جمال منصور اور جمال سالم چار دیگر جانبازوں سمیت نابلس میں واقع حماس کے دفتر پر اسرائیلی ہیلی کاپٹر کی فائرنگ میں شہادت پاگئے۔

22-07-2002۔القسام بریگیڈ کے صالح شہاد غزہ میں واقع بلڈنگ پر ایف 16 طیارہ سے ایک ٹن وزنی بم گرائے جانے کے نتیجے میں سترہ دیگر افراد سمیت'جن میں گیارہ بچے بھی تھے'شہید ہوگئے۔

14-08-2002۔القسام بریگیڈ جنین شہر کے سربراہ نصیر جرار توباس نامی شہر پر اسرائیلی دھاوے میں ایک اور فلسطینی ندال ابو محسن سمیت شہادت پاگئے۔

26-12-2002۔حماس کے عسکری بازو کے قائد محمد دائف اپنی گاڑی پر اسرائیلی ہیلی کاپٹر کی فائرنگ میں بال بال بچ گئے جب کہ ان کے دو جانباز ساتھیوں نے خلعت شہادت پہنی۔

08-03-2003۔حماس کے سیکورٹی چیف ابراہیم مقادمہ اپنے تین محافظوں سمیت اسرائیلی ہیلی کاپٹر کی فائرنگ سے شہادت پاگئے۔

08-04-2003۔سعدی الارابد۔جو حماس کے عسکری بازو کے قائد تھے'غزہ میں ان کی گاڑی پر اسرائیلی ہیلی کاپٹر نے فائرنگ کی۔ان کے ساتھ مزید چھ افراد جن میں دو مجاہدین دو نو عمر اور دو بچے بھی تھے'شہید ہوئے۔

10-06-2003۔عبدالعزیز رنتیسی کی گاڑی پر میزائل فائر کیا گیا جس میں وہ بال بال بچ گئے مگر ان کے تین ساتھی شہید ہوگئے۔

21-06-2003۔حماس کے مغربی کنارے کے رہنما عبداللہ قواسمہ اسرائیلی فوجی حملہ پر منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

21-08-2003۔حماس کے اعلیٰ عہدیدار اسماعیل ابوشناب کی گاڑی اسرائیلی فضائی حملے کا نشانہ بنی۔انہوں نے تاجِ شہادت پہنا۔

06-09-2003۔حماس کے بانی اور روحانی رہنما شیخ احمد یاسین غزہ میں اسرائیلی حملہ میں معمولی طور پر زخمی ہوئے۔

09-09-2003۔حماس کے عسکری بازو کے سربراہ احمد بدر اپنے ایک ساتھی سمیت الخلیل پر اسرائیلی حملے میں داخلِ بہشت ہوئے۔

10-12-2003۔حماس کے سیاسی شعبہ کے رہنما محمود الازہر اسرائیلی حملہ میں بال بال بچے۔تاہم ان کے سب سے بڑے صاحبزادے اور ایک محافظ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

03-03-2004۔غزہ میں یہودی بستیوں کے نزدیک اسرائیلی ہیلی کاپٹر کے حملہ میں حماس کے تین ارکان نے شہادت پائی۔اور

22-03-2004۔کا دن حضرت شیخ احمد یٰسین کے لئے عازمِ بہشت ہونے کا پیغام لایا۔آپ نمازِ فجر کی ادائیگی سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اسرائیلی ہیلی کاپٹر نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔اور اب

17-04-2004 کو آپ کے جانشین اور حماس کے دوسرے سربراہ عبدالعزیز رنتیسی کو بھی اسرائیلی ہیلی کاپٹر نے نشانہ بنایا اور شیخ شہید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فردوسِ بریں کی راہ لی۔عبدالعزیز رنتیسی کی عمر 55 سال تھی۔وہ پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔"میں شہادت کی موت مرنا چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے راستہ پر چلتے ہوئے اس عظیم موت سے سرفراز کرے۔میں عارضہ قلب یا کسی اور بیماری سے مرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت میری زندگی کی تمنا ہے"۔ان خیالات کا اظہار حماس کے نئے شہید سربراہ عبدالعزیز رنتیسی حماس کے بانی شیخ احمد یٰسین کی شہادت کے فوراً بعد 22 مارچ کو حماس کے کارکنوں سے بات چیت کرتے ہوئے کیا تھا۔یوں چند ہی دن کے بعد ان کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی اور وہ شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوگئے۔

جو حق کی خاطر جیتے ہیں 'مرنے سے کہیں ڈرتے ہیں جگر
جب وقت شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں
یہ خون جو ہے مظلوموں کا ضائع تو نہ جائے گا لیکن
کتنے وہ مبارک قطرے ہیں جو صرف بہاراں ہوتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب سیاست

مولانا محمود حسین

رسول کریم کی مدنی زندگی کا آغاز دراصل اسلام کے سیاسی اقتدار کا دیباچہ تھا۔ مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے ساتھ اور قومیں بھی موجود تھیں' یہود تھے' مشرک تھے' یہاں پہنچ کر جو سکون اور کچھ اقتدار حاصل ہوا تو پہلا کام یہ کیا گیا کہ سب کو جمع کر کے ایک معاہدہ کیا گیا جسے میثاق مدینہ کہتے ہیں۔ اس کی دفعات یہ تھیں:

(۱) بیرونی حملہ کی صورت میں مسلمان یہود اور مشرکین متحد طور پر مدافعت و مقابلہ کریں گے۔ (۲) مصارف و منافع جنگ میں تینوں مساویانہ شریک ہوں گے۔ (۳) یہود قریش اور ان کے حلیفوں کو مسلمانوں کے خلاف پناہ نہ دیں گے۔ (۴) یہود کے معاہد اور دوست مسلمانوں کے معاہد اور دوست ہوں گے۔ (۵) مدینہ کے اندر خون کرنا حرام ہوگا۔ (۶) دین و مذہب اور جان و مال کے حقوق میں تینوں میں سے کوئی کسی سے تعرض نہ کرے گا۔ (۷) اگر دو فریق میں کوئی جھگڑا ہوگا اور وہ باہمی تصفیہ سے حل نہ ہوگا تو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ (۸) مظلوم خواہ کسی قوم کا ہو اس کی امداد کی جائے گی اور ظالم کوئی بھی ہو اس کی امداد کسی قسم کی نہ کی جائے گی۔

دیکھئے اور اس معاہدہ کی ایک ایک دفعہ کو غور سے پڑھئے۔ تین قوموں نے ایک مقصد کے لئے معاہدہ کیا ہے معاہدہ کا مسودہ خود حضور ﷺ نے بنایا تھا اور مسلمانوں کی اکثریت کی جانب سے اسے پیش کیا تھا مگر اس طرح کہ سب قومیں متحد بھی ہیں اور الگ الگ بھی۔ کوئی کسی کا غلام نہیں ہے' سب آزاد ہیں' مذہب میں آزاد ہیں' شعائر میں آزاد ہیں' مسلمانوں کی اکثریت نے کسی اقلیت کو کسی امر پر مجبور نہیں کیا اور انہیں اپنے ہر معاملہ میں اپنی مرضی کے مطابق آزاد چھوڑ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں یہود اور مشرکین سے یہ معاہدہ کر کے گرد و پیش کے قبائل کی طرف توجہ فرمائی اور اولین ضرورت اور سب سے مقدم اسی کو قرار دیا۔ چنانچہ سوسو سوا سو میل تک کا سفر خود فرمایا ایک بار مقام ودان تک خود تشریف لے گئے اور قبیلہ حمزہ بن بکر اور قبیلہ کوہ بواط سے معاہدہ کیا پھر بندرگاہ ینبوع تک تشریف لے گئے اور قبیلہ بنو مدلج اور قبیلہ بنو ضمرہ اور قبیلہ بنو خزاعہ سے معاہدہ کیا بنو حمزہ سے یہ معاہدہ کیا کہ اس قبیلہ کا جان و مال محفوظ رہے گا جب ان پر کوئی حملہ کرے گا تو مسلمان اس کی مدد کریں گے اور مسلمان مدد کو بلائیں گے تو انہیں آنا پڑے گا۔

اسی قسم کے معاہدات دیگر قبائل سے بھی حضور ﷺ نے کئے لیکن کسی کے داخلی انتظام اور مذہبی شعائر سے کوئی واسطہ نہیں رکھا۔ صرف بیرونی معاملات میں امداد و تعاون پیش نظر تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دانشمند اور لائق مدبر کی طرح ایک طرف تو یہ معاہدات کر کے خطرات کے وقت حفاظت و مدافعت کا پروگرام بنایا اور دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم اور اقتصادی بہتری کے لئے انتظام فرمایا۔ بہت سے مہاجرین کرام آپ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں آئے تھے۔ جو اپنی ہر چیز خدا کی راہ میں لٹا کر تہی دامن ہو چکے تھے' یہ سب لوگ انصار کرامؓ کے مہمان بنے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح دوسروں کے ذمہ پڑ کر کھانا' آگے چل کر پیچیدگیوں کا باعث ہو سکتا تھا یہ انصارؓ کے لئے بار اور مہاجرینؓ کے لئے نقصان رساں تھا' اس لئے آپؐ نے رشتۂ مواخات کے قیام کی صورت میں ...... ان امکانات کو ختم کر دیا۔ دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایسے بھائی کہ حقیقی رشتہ کی شیرینی بھی اس کے سامنے ہلکی پڑ گئی۔ ہر چیز میں مہاجرینؓ انصارؓ کے برابر کے شریک ہو گئے یہ تو تھا انصار کا جذبۂ اخوت و ایثار۔ لیکن دوسری طرف حضور اکرم ﷺ نے محنت و کسب کے فضائل پر زور دینا شروع کیا۔ محنت و کسب کی اہلیت واضح کی' تجارت کی خوبیاں نمایاں کیں۔ مہاجرینؓ کی غیور طبائع کو خود دوسروں کے سہارے زندگی بسر کرنا گوارا نہ تھا۔ انہوں نے جلد ہی چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کر دیں۔ انصارؓ کے کھیتوں اور باغوں میں تندہی سے کام کرنے لگے۔ اس طرح ایک طرف تو وہ انصارؓ پر بار ہونے کے بجائے ان کے لئے قوت بازو بن گئے اور دوسری طرف باہمی تعاون سے ان کی تجارت بھی ترقی کرنے لگی' ان کی مالی اور اقتصادی حالت سنورنے لگی اور رفتہ رفتہ مہاجرین نے جداگانہ طور پر زندگی بسر کرنے کا انتظام کر لیا اور مہاجرینؓ نے ایک گونہ اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ گویا مواخات کا انتظام تنظیم ملی کی طرف ایک انقلاب انگیز قدم تھا' درمیانی وقفہ کے لئے ہی یہ انتظام کیا گیا تھا' یہاں تک کہ بدر کے بعد ہی مہاجرینؓ انصار کی مدد سے بے نیاز ہو گئے۔ 4ھ میں بنو نضیر کی جلاوطنی پر یہ باغوں اور مکانوں کے بھی مالک بن گئے اور غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں تو مدینہ طیبہ کا ہر مسلمان مالدار تھا۔ تجارت بھی ترقی پر تھی' باغات و زراعت میں بھی روز افزوں ترقی تھی' مال غنیمت میں بھی بہتات تھی۔ کارخانے بھی قائم ہو گئے تھے۔ سیاست نبوی کا یہ کتنا کمال تھا کہ صرف چھ برس کی قلیل مدت میں حضور ﷺ نے ان مسلمانوں کو جن کے پاس نہ کھانے کو ٹکڑا تھا اور نہ پہننے کو کپڑا تھا ارضِ عرب کی متمدن قوم بنا دیا۔ معاش کی تمام راہیں ان پر کھول دیں اور ابھی پورے دس برس بھی نہ گزرے تھے کہ وہی بے سروسامان جماعت دنیا کی فرمانروا اور فاتح بن گئی۔

آپ دیکھ چکے ہیں کہ مکہ معظمہ میں جبکہ مسلمانوں کی زندگی ایک اقلیت کی زندگی تھی انہوں نے نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ مصائب و حوادث کا مقابلہ کیا اکثریت کی ترغیب و ترہیب کی طمع و دہشت سے متاثر ہو کر کوئی ایک مسلمان بھی نہ اکثریت کی طرف بڑھا اور نہ اس کا آلہ کار بننے کے لئے تیار ہوا جتنے مسلمان تھے سب اپنے پیغمبر برحق ﷺ کے حکم کے پابند تھے۔ نہ کبھی اس اقلیت نے اکثریت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی بلکہ اس حالت مظلومیت میں بھی اس سے جو بھلائی اکثریت کے ساتھ کی جا سکی وہ اس نے کی۔

مدینہ طیبہ میں مسلم اکثریت تو قائم ہو گئی مگر ایسی اکثریت جو کئی اکثریتوں کے سمندر میں جزیرہ کی حیثیت رکھتی تھی کچھ دن تو مدینہ کے مشرکین و یہود پابند معاہدہ رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حیرت انگیز پیغمبرانہ سکیموں سے مسلمان سرعت کے ساتھ منظم ہوتے' آگے بڑھتے اور اقتصادی و مالی اور سیاسی اعتبار سے دوسروں کی اعانت سے بے نیاز ہوتے جا رہے ہیں تو انہیں اپنا اقتدار خطرہ میں پڑتا ہوا نظر آتا۔

قریش کا اقتدار طلسم کدۂ اصنام میں مضمر تھا۔ جس کا اسلام دشمن تھا' یہود کا اقتدار سود کے کاروبار میں مضمر تھا۔

اسلام نے اسے بھی ختم کیا۔ مشرکین مدینہ اعلانیہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے اس لئے منافقین کی صورت میں تبدیل ہو گئے۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین حکومت مدینہ کے خواب دیکھ رہا تھا مسلمانوں کو بڑھتا ہوا دیکھ کر اس کے سارے خوابوں کے محل مسمار ہو گئے یہود کے سود کا جال پورے عرب میں پھیلا ہوا تھا۔ عورتوں تک کو وہ رہن رکھ لیتے تھے ان میں بدکاریاں عام تھیں انہیں جو قریش نے بھڑکایا تو مشرکین و یہود دونوں نے متفق ہو کر غریب مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا مگر میدانِ بدر نے ایک طرف تو قریش کی کمر توڑ دی دوسری طرف یہود یہ سمجھ کر یہ کہ بلا کے شجاع ہیں' مرعوب ہو گئے۔ مشرکین بظاہر اسلام لے آئے مگر احد کی جنگ نے تو ایک طوفان برپا کر دیا یہود و منافقین نے شرانگیزیاں شروع کر دیں۔ "السلام علیکم" کے بجائے "سام علیکم" کہتے۔ یعنی تمہیں موت آئے' انصار اور مہاجرین کو متصادم کرنے میں ساعی رہتے تھے عورتوں کو چھیڑتے رہتے تھے۔

ان کی سازشیں اتنی گہری تھیں کہ مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ کسی وقت یہ کہیں شبخون نہ مار دیں' صحابہ کرامؓ رات بھر جاگتے رہتے تھے اور ہر وقت اسلحہ بند رہتے تھے۔ رات بھر پہرا دیتے رہتے تھے۔ قریش' یہود اور منافقین تینوں مل گئے اعلانیہ تو مقابلہ پر نہ آئے مگر مفسدہ پردازیاں کرتے تھے اور معاہدات کو بھلا دیا تھا۔

رات کو گھر سے باہر نکلنا مشکل ہو گیا تھا۔ یہود کے تینوں بڑے قبیلے بنوقینقاع' بنونضیر اور بنوقریظہ تھے' کعب بن اشرف سردار بنوقینقاع اعلانیہ کہتا تھا کہ قریش تدبیر جنگ سے ناواقف تھے' ہم سے مقابلہ پڑے گا تو قدر عافیت معلوم ہو جائے گی' پھر مسلم خواتین کا نام لے کر عاشقانہ شعر کہنے لگے مجبور ہو کر حضرت محمد بن مسلمہؓ اسے قتل کر آئے کہ عرب میں وہ قبائل کو بھڑکاتا پھرتا تھا۔ ایک مرتبہ بنوقینقاع نے ایک انصاری خاتون سے بدتمیزی کی' دونوں طرف تلواریں کھینچ گئیں اس فساد میں ایک یہودی قتل ہو گیا اور انصاری شہید ہو گئے۔ حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور ان کو سمجھایا تو یہودی لڑنے پر تیار ہو گئے کہ وہ سات سو افراد کا ایک جنگجو قبیلہ تھا۔ مجبور ہو کر حضور ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور انہیں شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ بنونضیر کا ویسے تو بس نہ چلا بلکہ سازش کی اور ایک بہانہ سے حضور ﷺ کو بلا کر اوپر سے پتھر لڑھکا کر شہید کر دینے کا پروگرام بنا لیا۔ حضور ﷺ نے ان سے یہی کہا تھا کہ تم معاہدہ توڑ چکے ہو' دوبارہ معاہدہ کر لو۔ بنوقریظہ نے تو دوبارہ معاہدہ کر لیا لیکن بنونضیر نے انکار کر دیا انہیں اپنی دولت مندی' سامان جنگ اور منافقین کی امداد وغیرہ پر غرور تھا۔

آخر حضور ﷺ خود سمجھانے کے لئے تشریف لے گئے تو تلواریں سونت لیں اور آپ پر اوپر سے پتھر لڑھکانے کی سعی کی اور یہ خیال کیا کہ دو ہزار آدمی لے کر ابن اُبی آ جائے گا۔ بنوقریظہ امداد کریں گے ان حالات میں مجبور ہو کر حضور ﷺ نے بھی ان کا محاصرہ کر لیا۔ آخر موت کو سامنے دیکھ کر خود ہی بنونضیر جلاوطنی پر راضی ہو گئے۔ کچھ خیبر کی طرف چلے گئے اور کچھ شام چلے گئے۔ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے اب صرف ایک قبیلہ' یہود بنوقریظہ مدینہ منورہ میں باقی رہ گیا۔ یہ قبیلہ شرارت میں تو برابر شریک رہا تھا مگر اس نے تجدید معاہدہ کر لی تھی۔

یہ لوگ بڑے امن سے رہتے تھے۔ مسلم اکثریت نے انہیں ہر قسم کی آزادی عطا کر رکھی تھی ان کا درجہ بنونضیر کے برابر کر دیا تھا اور ان کی شرارت و بدعہدی معاف کر کے ان سے بارِ دگر معاہدہ کر لیا تھا لیکن انہوں نے غضب یہ کیا کہ سردار بنونضیر حیی بن اخطب باغی کو پناہ دی۔ جنگ احزاب میں جبکہ مسلم اکثریت موت و زیست کی لڑائی لڑ رہی تھی اور محصور تھی اور سارے عرب نے مسلمانوں کے خلاف یکبارگی حملہ کر دیا تھا۔ بنوقریظہ نے اس قلعہ پر جس میں تنہا عورتیں تھیں حملہ کر دیا۔

جنگ ختم ہوتے ہی حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے' بنوقریظہ اب بھی ندامت کا اظہار کرتے تو بخش دیئے جاتے۔ دورانِ جنگ احزاب میں جب انہیں معاہدہ یاد دلایا گیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا تھا۔ "ہم نہیں جانتے کون محمد (ﷺ) اور کیسا معاہدہ"۔ اب ردو رد و سخت باتیں بھی شروع کر دیں آخر حضور ﷺ نے تنگ آ کر ان کا محاصرہ کر لیا منافقین کی ہمت نہ پڑی کہ بنوقریظہ کی مدد کریں جب تنگ آ گئے تو حضرت سعدؓ بن معاذ اپنے حلیف کو ثالث مقرر کر دیا۔ جنہوں نے شریعت موسوی ہی کے مطابق فیصلہ کر دیا کہ تمام لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں زن و فرزند قیدی بنا لئے جائیں اور تمام مال و جائداد ضبط کر لی جائے اس طرح اس فتنہ کا خاتمہ کر دیا گیا۔

دارالسلطنت میں رہتے ہوئے بھی یہ قبیلے شر انگیزیوں ہی سے نہیں بلکہ بغاوتوں سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ مجبور ہو کر انہیں جلاوطن کیا گیا۔ پھر انہوں نے خیبر میں پہنچ کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور اسلام کے سب سے بڑے حریف و مدمقابل بن گئے حضور ﷺ آٹھ نو منازل کا فاصلہ طے کر کے فوراً ان کے سر پر جا پہنچے۔ آپؐ نے یکبارگی حملہ نہیں کیا بلکہ صلح کا پیغام دیا چونکہ خیبر کے قلعے بہت مستحکم تھے اور ان کی دولت بے شمار تھی۔ ان کا انتظام بہت وسیع تھا اس لئے انہوں نے حضور ﷺ سے صلح نہ کی بڑے جوش سے لڑے لیکن شکست پائی ان کی تمام مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی' یہودی رعایا بنا لئے گئے لیکن نصف بٹائی پر پھر اراضی انہیں سونپ دی گئی اور یہودی کی قوت بالکل ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد لشکر اسلام فدک آیا وہاں کے یہودیوں نے جان کی امان طلب کی لیکن وادی القریٰ اور تیماء کے یہودی پہلے تو لڑے مگر پھر خیبر جیسی شرائط پر صلح کر لی اگر اس وقت مسلمانوں کی جگہ کوئی اور فاتح ہوتا تھا تو اتنے خطرناک دشمنوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے فنا کر دیتا لیکن نبی کریم ﷺ نے انہیں پھر بخش دیا۔ ۸ھ میں قریش کی قوت بھی پاش پاش ہو گئی اور انہیں بھی جو مسلسل اکیس برس تک جان و مال اور دین و ملت کے خونخوار معاند بن رہے تھے۔ بخش دیا۔

طائف' جہاں کے باشندوں نے انتہائی وحشیانہ طریقہ پر پتھراؤ کر کے حضور ﷺ کو لہولہان کر دیا تھا۔ وہاں کے باشندے بھی جب گرفتار ہو کر آئے تو چھ ہزار کو آن کی آن میں معاف کر کے رہا کر دیا۔

الغرض مسلمانوں کے لئے سیاسی اعتبار سے زندگی بسر کرنے کی صرف تین صورتیں ہیں' بالکل بے اختیاری و مظلومی کی زندگی' اس حالت میں صبر و استقامت سے کام لینے اور ہر حالت میں حق پر قائم رہنے اور اپنے مقصد کی طرف پورے استقلال کے ساتھ بڑھے جانے کا حکم دیا دوسری صورت وہ ہے کہ چاہے مسلمان اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں ہوں اور وہاں نہ تو ان کی مظلومانہ صورت قائم رہے اور نہ حاکمانہ اقتدار ہی انہیں حاصل ہو۔ جیسی کہ مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں تھی تو اس حالت میں اُسوۂ نبوی یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بلا معاہدہ نہ رہا جائے جن سے معاہدات ہوئے ہوں وہ دوست ہیں اور جو معاہدات سے گریزاں ہیں وہ دشمن ہیں اور دوستی دشمنی کا معیار معاہدہ ہے۔

تیسری حالت اقتدار کی ہے اس صورت میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے کہ دشمن اسلام قبول کرے یا اس کی سیادت منظور کر کے جزیہ دے یا پھر تلوار کا فیصلہ منظور کر لے ۹ھ میں اسلام ایک قوت بن چکا تھا اس لئے غیر مسلموں نے خود سیادت قبول کر لی۔ قبول سیادت کی صورت میں اسلام کوئی تعرض کر ہی نہیں سکتا جزیہ لے کر وہ ان کے جان و مال اور عزت و مذہب کا خود محافظ بن جاتا ہے اور ان کے کسی معاملہ میں نہ خود دخل دیتا ہے اور نہ کے دخل کو گوارا کرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سیاست کا ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ جہاں تک امکان ہوتا تھا کسی کو حملہ میں پہل کا موقع ہی نہیں دیتے تھے کہ وہ خود مسلمانوں پر حملہ آور ہو جہاں آپؐ کو کسی دشمن کے اجتماع اور تیاری کا علم ہوا فوراً اس کے سر پر جا پہنچے اور اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔ آپؐ دشمن کو اتنی مہلت نہ دیتے تھے کہ وہ خود کوئی اقدام کر سکے

دشمنوں نے مجبور ہو کر قیصر روم سے سازش کی' اس سازش میں منافقین مدینہ بھی شریک ہو گئے۔ شاہِ غسان نے عظیم الشان لشکر سرحد پر فراہم کیا قیصر نے چالیس ہزار لشکر بھیج کر کہا مزید لشکر میں خود لے کر آ رہا ہوں۔ رومی سلطنت کے ذرائع و مسائل غیر محدود تھے' روم کی سلطنت اس زمانہ میں انتہائی منظم اور زبردست شہنشاہیت تھی' منافقین مدینہ ان سے ملے ہوئے تھے۔ ایک یہودی سردار کے یہاں روزانہ منافقین جلسے کرتے تھے انہوں نے الگ سازشوں کے لئے ایک ''مسجد ضرار'' بھی بنالی تھی' کتنا نازک موقع تھا اگر مدینہ پر حملہ ہو جاتا تو سارا شیرازۂ عرب بکھر جاتا اور کوئی ہوتا تو ہاتھ پاؤں پھول جاتا لیکن آپؐ نے فوراً تیس ہزار لشکر فراہم کیا اور عجلت سے سرحد پر پہنچ گئے۔ قیصر تو دہشت زدہ ہو کر پہلے غائب ہو گیا۔ غسانی بے پناہ لشکر جمع کر چکا تھا اس نے جو یہ مستعدی دیکھی کہ دو سو میل کا سفر کر کے غازیان اسلام سر پر آ گئے تو سراسیمہ ہو گیا۔ قیصر تو دہشت زدہ ہو کر پہلے غائب ہو گیا۔ غسانی لشکر بھی تتر بتر ہو گیا اور دشمن کے سارے ولولے فنا ہو گئے۔ اسی طرح خیبر اور بنوالمصطلق اور بنوہوازن کی تیاریاں بھی بھی بہت ہوشربا تھیں انکے سروں پر بھی آپؐ نے اچانک پہنچ کر انہیں شکستیں دی تھیں۔ بنومحارب' بنوکلاب' بنواسداؑ' بنوثعلبہ بھی جب حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے تو آپؐ ان کی سرحدوں پر جا پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ کی اسی شجاعت و استقلال اور اسی سیاست نے ساری دنیا کو مرعوب کر دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مادرِ گیتی ایسا فقید المثال اتنا سرگرم اس درجہ جو مستعد اور ایسا چوکنا سپہ سالار پیدا نہیں کر سکی اور نہ آئندہ پیدا کر سکے گی۔

اعتذار

کاتب کے مقابلے میں کمپیوٹر کتابت کی غلطیاں زیادہ بھی کرتا ہے اور عجیب و غریب بھی۔ ایک ایسی ہی عجیب غلطی کمپیوٹر سے ''ندائے خلافت'' کے گزشتہ شمارے میں سرزد ہوئی۔ ''قرآن کالج'' کے پرنسپل کے جاری کردہ اشتہار بابت ''اسلامک جنرل نالج ورکشاپ'' میں تاریخ انعقاد بجائے 13 مئی تا 12 جون 2004ء کے' کمپیوٹر نے 12 مئی تا 14 جون 2003ء کمپوز کر دی۔ یعنی زمانے کو آگے لے جانے کی بجائے پیچھے لے گیا۔ کمپیوٹر کی غلطی کی بھی ذمہ داری بہرحال ایڈیٹر کے سر ہوتی ہے۔ لہٰذا ایڈیٹر اس کمپیوٹری سہو کے لئے معذرت خواہ ہے۔

منتخب تحریکی نظم

نعیم صدیقی مرحوم

انتخاب: قاضی عبدالقادر

میں ایک نعت کہوں!

ہے مضطرب سی تمنا کہ ایک نعت کہوں!
میں اپنے زخموں کے گلشن سے تازہ پھول چنوں
پھر ان پہ شبنمِ اشکِ سحر گہی چھڑکوں
پھر ان سے شعروں کی لڑیاں پرو کے نذر کروں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

کھڑا ہوں صدیوں کی دوری پہ خستہ و حیراں
یہ میرا ٹوٹا ہوا دل' یہ دیدۂ گریاں
یہ منفعل سے ارادے' یہ مضمحل ایماں
یہ اپنی نسبتِ عالی' یہ قسمتِ واژوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

یہ تیرے عشق کے دعوے' یہ جذبۂ بیمار
یہ اپنی گرمیٔ گفتار' پستیٔ کردار
رواں زبانوں پہ اشعار' کھو گئی تلوار
حسین لفظوں کے انبار' اڑ گیا مضموں!
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

نہ سامنے کوئی منزل' نہ راستہ معلوم
نہ رہزنوں کی خبر ہے' نہ رہنما معلوم
یہ کیا مقام ہے' اپنا نہیں پتا معلوم
یہ کیا زمین ہے' آخر یہ کون سا گردوں؟
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

پہن کے تاج بھی' غیروں کے ہم غلام رہے
فلک پہ اڑ کے بھی شاہیں اسیرِ دام رہے
بنے تھے ساقی مگر پھر شکستہ جام رہے
دل و نگاہ پہ طاری فرنگیوں کا فسوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

ترے مقام کی عظمت بھلا کے بیٹھے ہیں
ترے پیام کی شمعیں بجھا کے بیٹھے ہیں
ترے نظام کا خاکہ اڑا کے بیٹھے ہیں
ضمیر شرم سے پُرداغ' قلب ہے محزوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

عقیدتیں ترے ساتھ' اور کافری بھی پسند
قبول نکتۂ توحید' بت گری بھی پسند
ترے عدو کی گلی میں گداگری بھی پسند
نہ کارساز خرد ہے' نہ حشر خیز جنوں
میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!

یہاں کہاں سے مجھے رفعتِ خیال ملے؟
کہاں سے شعر کو اخلاص کا جمال ملے؟
کہاں سے ''قال'' کو گم گشتہ ''رنگِ حال'' ملے؟
حضورؐ! ایک ہی مصرع یہ ہو سکا موزوں
''میں ایک نعت کہوں' سوچتا ہوں کیسے کہوں!''

لوک سبھا کا چناؤ

ایوب بیگ مرزا

بھارت میں عام انتخابات 20 اپریل سے شروع ہو رہے ہیں اور یہ 10 مئی کو یعنی 20 دنوں میں مکمل ہوں گے۔ 13 مئی کو گنتی شروع ہوگی اور نتائج سامنے آنا شروع ہوجائیں گے۔ یہ عام انتخابات شیڈول سے چھ ماہ پہلے ہو رہے ہیں۔ بھارت میں کل ووٹرز کی تعداد 67 کروڑ ہے جن کے لئے ایک لاکھ چالیس ہزار پولنگ بوتھ بنائے گئے ہیں۔ پولنگ سٹاف چالیس لاکھ ہوگا۔ ایک لاکھ تیس ہزار فوجی جوانوں کو ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے ریڈ الرٹ رکھا جائے گا۔ بھارت جو دنیا میں سب سے بڑی جمہوریت ہے یہاں پارلیمانی نظام قائم ہے اور ملک کا وزیراعظم چیف ایگزیکٹو اور کل اختیارات کا مالک ہے۔ صدر کے اختیارات بہت محدود ہیں۔ دو ایوان ہیں ایک لوک سبھا اور دوسرا راجیہ سبھا کہلاتا ہے۔ وزیراعظم لوک سبھا سے منتخب ہوتا ہے اصل مقتدر یہی ایوان ہے اس کی 543 نشستیں ہیں جن پر 20 اپریل سے انتخابات کا آغاز ہو رہا ہے۔ دو بڑے مدمقابل این ڈی اے جس کے سربراہ اٹل بہاری واجپائی ہیں اور کانگرس ہے جس کی سربراہ راجیو گاندھی کی بیوہ سونیا گاندھی ہے۔ این ڈی اے 28 جماعتوں کا اتحاد ہے جس میں سب سے بڑی جماعت بی جے پی ہے۔ سبھا ٹوٹنے سے پہلے اسی اتحاد کی حکومت تھی۔ بھارت میں ایک عرصہ تک کانگرس واحد جماعت کی حیثیت سے حکومت کرتی رہی۔ نہرو خاندان اور کانگرس لازم وملزوم رہے۔ موتی لال نہرو کے بیٹے پنڈت جواہر لعل نہرو آزادی کے بعد بھارت کے پہلے وزیراعظم بنے اور اپنی وفات تک ملک کے وزیراعظم رہے۔ کانگرس نے چونکہ انگریز سے آزادی حاصل کرنے میں مرکزی رول ادا کیا تھا اور یہی ایک عرصہ تک سب سے بڑی قومی جماعت تھی۔

نہرو کی وفات کے بعد ایک مختصر سے عرصہ کے لئے وزارت عظمیٰ کی گدی پر نہرو خاندان سے باہر کی شخصیت براجمان ہوئی لیکن بعد ازاں نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی تاحیات وزیراعظم رہیں ان کے بعد ان کا بیٹا راجیو گاندھی ملک کا وزیراعظم بنا البتہ راجیو گاندھی کے قتل کے بعد کانگرس کی صدارات اور وزارت عظمیٰ کی گدی نہرو خاندان سے باہر منتقل ہوگئی۔ اندرا گاندھی کے دو ہی بیٹے تھے سنجے گاندھی جسے اندرا گاندھی اپنے سیاسی جانشین کے طور پر تیار کر رہی تھیں وہ ان کی زندگی ہی میں فضائی حادثہ کا شکار ہوگیا تھا اس کی بیوہ مانیکا گاندھی سے اندرا گاندھی کے شدید اختلافات پیدا ہوگئے اور وہ اپنی ساس کی سیاسی حریف بن گئیں۔ راجیو گاندھی کے قتل کے وقت اس کے بچے چھوٹے تھے اور اس کی بیوی سونیا کا تعلق اٹلی سے تھا اور بھارتی عوام کا اسے فوری طور پر قبول کر لینا ممکن نہ تھا لہٰذا نہرو خاندان میں کوئی فرد نہیں تھا جو کانگرس کی سربراہی کر سکتا۔ کانگریس میں اس خاندانی سیاست کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس خاندان کے ختم ہونے کے بعد کانگرس کوئی باصلاحیت لیڈر پیدا نہ کرسکی جو دوسرے لوگ کانگریس کے سربراہ رہے وہ اسے ایک متحد اور منظم جماعت کی حیثیت سے قائم رکھنے میں ناکام ہوگئے اور اس کا عوام سے رابطہ بھی بری طرح متاثر ہوا۔ کانگرس کی ناکامی کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام دو حصوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک حصہ مقامی سیاست میں دلچسپی لینے لگا جس سے مقامی اور علاقائی جماعتوں کی لوک سبھا میں نمائندگی بہتر ہوئی دوسرے حصہ کو کانگریس کے سیکولرازم کے مقابلے میں اس نعرہ میں دلچسپی ہوئی یہ کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہے اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف یہ نعرہ بہت مقبول ہوا۔ مسلمان کے دو اَستھان پاکستان یا قبرستان۔ بی جے پی جو انتہا پسند ہندو جماعت آر ایس ایس کا سیاسی ونگ ہے اس کی حالت یہ تھی کہ 1983ء کے انتخابات میں اسے لوک سبھا میں دو نشستیں ملی تھیں لیکن ہندوازم اور رام مندر کو ایشو بنا کر یہ جماعت بہت جلد اس قابل ہوگئی کہ بعض چھوٹی جماعتوں کو ساتھ ملا کر حکومت بنا سکے۔ بی جے پی کی یہ بھی خوش قسمتی رہی کہ اسے واجپائی کی صورت میں ایک ایسا قائد مل گیا جس کا ہاتھ عوام کی نبض پر ہے۔ گزشتہ انتخابات بی جے پی نے پاکستان کی دشمنی کی بنیاد پر لڑا اور جیتا لیکن یہ انتخاب پاکستان دوستی کی بنیاد پر لڑا جا رہا ہے۔ بی جے پی عوام کو یہ تاثر دے رہی ہے جو مکمل طور پر غلط بھی نہیں ہے کہ بی جے پی کی حکومت نے معاشی اور سیاسی لحاظ سے بھارت کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اب پاکستان اس کا کسی محاذ پر بھی مدمقابل نہیں رہا اب پاکستان اس قابل نہیں رہا کہ ہم اس کی طرف سے زیادہ فکر مند رہیں۔ ہم جنوبی ایشیا کی سپر پاور بن چکے ہیں اور ہم عالمی سطح پر بلند مقام کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں۔ سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت اب کچھ دنوں کی بات ہے۔ یہ پروپیگنڈا بلاشبہ بے بنیاد نہیں ہے اور بھارتی عوام اس کا تاثر قبول کر رہے ہیں لہٰذا این ڈی اے اکثر سروے کے مطابق کانگرس سے بہتر پوزیشن میں ہے۔ کانگرس ایک بار پھر قیادت کے بحران سے دوچار ہے اگرچہ راجیو گاندھی کی بیوہ سونیا گاندھی کو جماعت کی صدارت سونپ کر کانگرس نہرو خاندان کے زیر سایہ متحد ہونے کا تاثر دے رہی ہے لیکن سونیا گاندھی کا پیدائشی لحاظ سے بدیسی ہونا کانگرس کے لئے مسئلہ پیدا کر رہا ہے اور بی جے پی اس کا زبردست پروپیگنڈا کر رہی ہے۔

بھارت کے یہ انتخابات عالمی سطح پر عمومی لحاظ سے اور جنوبی ایشیا کی سطح پر خصوصی طور پر اہمیت کے حامل ہیں راقم کی رائے میں امریکہ کا سٹریٹیجک پارٹنر بننے کے بعد بھارت کو بہت سے فائدے حاصل ہوئے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ امریکہ کو بھارت کے اندرونی معاملات پر مداخلت کرنے کا زیادہ نہیں تو تھوڑا بہت موقعہ میسر آیا ہے۔ درحقیقت جو کچھ سارک کانفرنس میں ہوا جس طرح پاک بھارت مذاکرات کا ڈول ڈالا گیا اور جس طرح پاک بھارت دشمنی پاک بھارت دوستی میں ڈھلنا شروع ہوئی اس سے ایک تاثر ابھرتا ہے وہ یہ کہ پاکستان، امریکہ اور بھارت کے درمیان انڈرسٹینڈنگ کا ایک خاکہ سا تیار کیا گیا آنے والے حالات اگر توقعات کے مطابق رخ کرتے گئے تو اس خاکہ میں بھرپور طور پر رنگ بھرا جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ سپر پاور بننے کے بعد امریکہ کی جدوجہد یہ رہی کہ وہ sole supreme power on earth بنے بالفاظ دیگر عالمی بادشاہت قائم کرے جسے وہ نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیتا ہے۔ اس ہدف کو حاصل کرنے کا اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ پہلے اس قوت کو چیلنج کرتا ہے جو فوری طور پر مقابل قوت دکھائی دے رہی ہوتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اگلے مدمقابل کے خلاف بھی بنیادی کام ہاتھ ہولا رکھ کر خاموشی سے اور درپردہ طور پر کرتا رہتا ہے لیکن ظاہری طور پر اس سے تعلقات بہت اچھے رکھتے ہوئے فوری مقابلے میں اس سے مدد اور تعاون بھی حاصل کرتا ہے۔ بات شاید زیادہ الجھ

گئی ہے لیکن گزشتہ دو عشروں میں امریکی طرزِ عمل کا جائزہ لینے سے بالکل واضح ہو جائے گی۔

آج سے ربع صدی پہلے امریکہ سپر پاور تو تھا لیکن واحد سپریم پاور نہیں تھا کیونزم نظریہ کا حامل سوویت یونین بھیا کی چودھراہٹ حاصل کرنے میں اس کا حریف اور مدمقابل تھا۔ سوویت یونین جو ایک لادینی ریاست تھی اس کو اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے اس نے مذہب کو بنیاد بنایا خصوصاً مسلمان ممالک اور مسلم تنظیم کا بھرپور تعاون حاصل کیا اور ان کے تعاون سے سوویت یونین کو شکست فاش دی اور وہ ٹوٹ پھوٹ گیا روس سمیت سوویت یونین کے تمام ٹکڑے اس کی مالی امداد کے محتاج ہو گئے۔ لیکن امریکہ جب سوویت یونین سے سرد اور گرم جنگ میں مصروف تھا اور مسلمانوں کا تعاون حاصل کر رہا تھا اس وقت بھی اس کا اگلا ہدف مسلمان تھے اور وہ خاموشی سے مسلمانوں کے خلاف ہوم ورک کرنے میں مصروف تھا۔ آج وہ مسلمانوں کے خلاف کھلم کھلا جنگ کر رہا ہے ان کے دہشت گرد ہونے کی اور عالمی امن کو ان کی دہشت گردی سے خطرہ لاحق ہونے کا گلا پھاڑ پھاڑ کر اعلان کر رہا ہے اس معاملے میں اس نے چین کو بھی کسی حد تک اپنا ہمنوا بنایا ہوا ہے۔ اپنے صوبہ سنکیانگ کو مسلم بنیاد پرستی سے بچانے کے لئے چین اس سے تعاون پر مجبور ہے لیکن امریکہ مسلمانوں سے نمٹنے کے بعد چین سے دو دو ہاتھ کرنے کی تیاری بھی ساتھ ساتھ کر رہا ہے۔ سوویت یونین کے خاتمہ سے امریکہ کی سپرمیسی قائم ہوئی اسلامی تہذیب اور زرد تہذیب کو شکست دے کر امریکہ اس سپرمیسی کو دوام بخشنا چاہتا ہے۔

اس پس منظر کو سامنے رکھئے اور پاک بھارت امریکہ انڈرسٹینڈنگ کا جو خاکہ تیار کیا گیا ہے اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ امریکہ نے طے کیا ہے کہ پاکستان اور بھارت کے مابین کشمیر سمیت تمام تنازعات حل کرا دیئے جائیں اور containment of China کی پالیسی کو موثر بنانے کے لئے بھارت کو یکسو کر دیا جائے۔ سیاست کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ پاک بھارت اچھے تعلقات میں ہمیشہ پاکستان کی طرف سے فوجی رکاوٹ رہی اور بھارت کی طرف سے انتہا پسند جماعتیں۔ اس وقت پاکستان میں جنرل مشرف کی فوجی حکومت ہے یا ان کی حکمرانی میں بالادستی حاصل ہے اور بھارت میں بی جے پی جیسے انتہا پسند جماعت کی حکومت ہے اگر یہ دونوں اچھے تعلقات قائم کرنے پر رضامند ہو جائیں تو شاید دونوں ممالک میں کوئی اور بڑی رکاوٹ نہ بن سکے۔ اب آئیے اس انڈرسٹینڈنگ کی طرف جو پاکستان بھارت اور امریکہ کے درمیان ہوئی ہے۔

1) پاکستان کی فوجی حکومتیں امریکی ایما پر قائم ہوئیں اور امریکہ نے ہی انہیں ختم کیا امریکہ بھارت سے تنازعات طے کرانے کے لئے مشرف حکومت کو قائم رکھنے میں پوری مدد کرے گا۔

2) بھارت میں جمہوریت کی بنیادیں بہت مضبوط ہیں موجودہ واجپائی حکومت کو اکتوبر نومبر 2004ء میں انتخابات کا سامنا ہے اس وقت تک تنازعات حل نہیں ہو سکتے لہٰذا بھارت میں انتخابات فوری کروا لیے جائیں اور واجپائی کی جیت کے لئے پاکستان اور امریکہ جو ممکن ہو کریں۔

3) پاکستان وہ تمام اقدامات کرے جنہیں واجپائی کی عوامی سطح پر فتح تصور کیا جائے اور اسے انتخابات جیتنے میں آسانی ہو تا کہ آئندہ منتخب ہو کر اس انڈرسٹینڈنگ کے مطابق دونوں ممالک مسائل حل کر سکیں لہٰذا سارک کانفرنس میں واجپائی کو عظیم فاتح کی حیثیت حاصل رہی۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ علی الاعلان کہا کہ وہ اپنے کشمیر کے موقف میں لچک پیدا کرے گا۔

یہ اعلان بھی یکطرفہ تھا تا کہ بھارتی عوام کو واجپائی کی ایک اور فتح نظر آئے۔ کرکٹ کے میدان کو دونوں ممالک نے ہمیشہ میدان جنگ سمجھا۔ بھارت پاکستان کے ساتھ تمام کھیل کھیلتا تھا لیکن کرکٹ ممنوع تھی کیونکہ بھارتی حکومت کو شکست کا خطرہ تھا لیکن بھارتی انتخابات سے عین پہلے ایک کرکٹ سیریز ہوئی جس میں پاکستان کو ایسی شکست ہوئی جسے عقل کسی طرح فیئر ماننے کو تیار نہیں۔ دونوں ٹیموں میں اتنا فرق آج تک کبھی ہوا ہی نہیں اکثر پاکستان کا پلہ بھاری رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ پہلے شیڈول کے مطابق یہ سیریز اپریل کے پہلے ہفتہ میں ختم ہونا تھا لیکن بھارتی کرکٹ بورڈ کی درخواست پر اسے 17 اپریل کو ختم کیا گیا تا کہ فتح کا جشن انتخابات سے صرف دو دن پہلے منایا جا سکے۔

4) بھارت کی ذمہ داری یہ لگائی کہ وہ مشرف حکومت کو غیر مستحکم نہیں کرے گا لہٰذا گزشتہ چار پانچ ماہ میں کوئی ایسا بم دھماکہ نہیں ہوا جس کا الزام ''را'' پر لگایا جا سکا ہو۔ علاوہ ازیں پچھلے دنوں جوہری توانائی کے پھیلاؤ کے حوالہ سے دنیا بھر میں جو پاکستان کی شامت آئی ہوئی تھی بھارت نے طے شدہ منصوبے کے مطابق اس شور شرابے میں رتی بھر حصہ نہیں ڈالا۔ عام حالات میں بھارت اس معاملے کو سر پر اٹھا لیتا اور کسی فورم پر پاکستان کو چین نہ لینے دیتا۔ پروگرام کے مطابق اگر واجپائی منتخب ہو گئے تو ان کے پاس تنازعات طے کرنے کے لئے اب کھلا وقت ہو گا۔ فوجی حکمران تو ویسے ہی تاحیات ہوتے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ انتخابات کے بعد جب فیصلہ کن مذاکرات ہوں گے تو کون کیا حاصل کرے گا۔ ظاہر ہے امریکہ بھارت پر ایسا دباؤ نہیں ڈالے گا کہ اس کی ناراضگی کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ راقم کی رائے میں ہر کوئی وہ کچھ حاصل کر سکے گا جس کے قابل اس نے اپنے آپ کو بنایا ہو گا۔

کاش ملکی سطح پر ان فیصلہ کن مذاکرات سے پہلے قومی سطح پر زبردست اتحاد پیدا ہو جائے۔ ملک بدر لیڈران واپس آ جائیں انہیں مختلف مقدمات سے بری کر دیا جائے یہ سیاسی لیڈر زمینی حقائق کو تسلیم کر لیں اور اگلے عام انتخابات تک حکمرانوں کی ٹانگیں نہ کھینچیں۔ وردی کے مسئلہ اور بغاوت کیس کو ختم کر کے قوم ایک جان ہو جائے اگر حکمران عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو کوئی ہم سے کچھ نہیں چھین سکتا۔ چاہے بھارت کے انتخابات میں واجپائی کامیاب ہو یا سونیا گاندھی۔ پھر یہ کہ ہمیں بھارت سے اپنے تنازعات طے کرنے میں یقیناً دلچسپی لینی چاہئے البتہ چین کے محاصرہ کے عمل سے ہمیں بالکل الگ تھلگ رہنا چاہئے۔

سہ روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام 30 اپریل تا 2 مئی 2004ء

مسجد نور الہدیٰ سکیم نمبر 4 پیپلز کالونی فیروز والا شاہدرہ لاہور

میں ایک سہ روزہ دعوتی و تربیتی اجتماع منعقد ہوگا

بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اتوار 2 مئی بعد نماز مغرب اختتامی خطاب فرمائیں گے۔

رفقاء و احباب کو شرکت کی دعوت ہے۔

برائے رابطہ: تنظیم اسلامی لاہور N-866 پونچھ روڈ سمن آباد لاہور فون: 7584627

مشاہیر جنگ آزادی' فرداً فرداً

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

سید قاسم محمود

مولانا رحمت اللہ کا وطن کیرانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ اس لئے کیرانوی مشہور ہوئے۔ والد کا نام مولوی نجیب اللہ' اجداد کا اصل وطن پانی پت تھا' جہاں ان کی خاصی جائداد بھی تھی۔ یہ بعد میں ضبط کر لی گئی۔ ان کے جد اعلیٰ کا نام شیخ عبدالرحمٰن عثمانی گازرونی بتایا گیا ہے۔ مولانا کے اخلاف میں سے ایک صاحب مولانا محمد عارف الاسلام' مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء کو اپنے اجداد میں شمار کرتے ہیں۔

مولانا کی تاریخ پیدائش 1233ھ (1818ء) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں پائی۔ پھر دہلی چلے گئے۔ جو اس زمانے میں علم و فضل کا سب سے بڑا مرکز تھا اور وہاں بے شمار درس گاہیں تھیں۔

مولوی محمد حیات کی درس گاہ میں شامل رہے جو لال قلعے کے پاس تھی۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ دہلی سے لکھنؤ جا کر مفتی سعد اللہ سے تکمیل علوم کی۔ مولانا کے والد میرٹھ میں میر منشی تھے۔ پھر ہندو راؤ مرہٹہ کے دیوان رہے۔

عیسائیت کی تبلیغ:

ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ مستحکم ہو گیا تو ہر ملک سے عیسائی مبلغ ہندوستان پہنچ گئے اور انہوں نے جگہ جگہ مشن قائم کر لیے۔ مقصود یہ تھا کہ یہاں کے باشندوں کو جلد سے جلد عیسائی بنا لیا جائے۔ تاکہ انگریزی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہو جائیں۔ اس غرض سے چھاپے خانے قائم کر لئے گئے تھے جہاں عیسائیت کی تبلیغ کے متعلق ضروری کتابیں بہ کثرت چھاپ چھاپ کر نشر کی جاتی تھیں۔ اور ان کی قیمت بہت کم تھی' اخبار اور رسالے بھی نکلنے لگے تھے۔ لطف یہ کہ کتابیں مختلف حصص ملک کی مروجہ زبانوں میں چھاپی جاتی تھیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ پڑھ سکیں۔ دوسرے مذاہب خصوصاً اسلام پر اعتراضات بھی کیے جاتے تھے اور مناظرے بھی ہوتے تھے۔

پادری فنڈر:

1854ء میں یورپ سے "فنڈر" نامی ایک پادری آیا' جسے عربی اور فارسی میں خاصی مہارت حاصل تھی اور وہ اکثر اسلامی کتابیں بالواسطہ یعنی ترجموں کے ذریعے سے نہیں بلکہ بلاواسطہ پڑھ چکا تھا۔ ہمارے عام علماء بیچارے سادہ سے لوگ تھے۔ تورات' زبور اور انجیل یا عیسائیت کی دوسری کتابوں سے چنداں آگاہی نہ تھی اور نہ ہی عیسائیوں کے اعتراضات سے واقفیت تھی۔ اس لئے وہ مناظروں سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے اور فنڈر کے متعلق مشہور ہو چکا تھا کہ کوئی اس کے اعتراضات کا جواب دے ہی نہیں سکتا۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ان کے دوست ڈاکٹر وزیر خاں نے عیسائیت کے متعلق ایسی معلومات حاصل کر لی تھیں جو اکثر پادریوں کو بھی حاصل نہ تھیں۔ پھر عیسائیت کی تردید اور اسلام کی حقانیت کے اثبات میں غیر معمولی کمال بہم پہنچا لیا۔

فنڈر نے مناظرے کا اعلان کیا تو ڈاکٹر وزیر خاں نے مولانا رحمت اللہ کو کیرانہ سے بلوا لیا وہ دراصل فنڈر کو ایک مرتبہ ایسی شکست دینا چاہتے تھے کہ پھر اس کے لئے کہیں ٹھہرنے کا موقع باقی نہ رہے۔

مناظرہ:

11 رجب 1272ھ (9 اپریل 1854ء) کو آگرہ میں مناظرے کا انتظام ہوا۔ چونکہ یہ بڑے معرکے کا مناظرہ تھا اس لئے ہندوستان کے اکثر حصوں کے علماء' امراء اور عام لوگ آگرہ پہنچے۔ بڑے بڑے انگریز افسر بھی شریک مجلس ہوئے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کی طرف سے دو دو مناظر مقرر ہوئے۔ عیسائیوں کی طرف سے مناظر اوّل پادری فنڈر اور مناظر دوم پادری فرنچ۔ مسلمانوں کی طرف سے مناظر اوّل مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مناظر دوم ڈاکٹر وزیر خاں۔ مولانا فیض احمد بدایونی بھی اس مناظرے میں مولانا رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں کے معاون تھے۔ موضوع مناظرہ یہ تھا: "مسلمان اثباتِ رسالت ﷺ اور محفوظیت قرآن کے دلائل دیں' نیز تثلیث کا ابطال کریں اور ثبوت دیں کہ انجیل و تورات میں تحریف ہوئی ہے۔ عیسائیوں کا موقف اس کی ضد تھا۔

مفتی انتظام اللہ کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں:

پہلا مسئلہ جس پر بحث ہوئی' انجیل و توریت کی تحریف کا تھا۔ بحث و تمحیص کے بعد علانیہ سب کے سامنے پادری فنڈر کو اعلان کرنا پڑا کہ ہماری کتابیں (انجیل و تورات) محرف ہو چکی ہیں لیکن صرف مسئلہ تثلیث میں تحریف نہیں ہوئی۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ جس کتاب کو خود مشکوک مان رہا ہے' اس پر ایمان لانے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ الغرض شکست فاش کے ساتھ فنڈر کو مجلس سے اٹھنا پڑا اور آگرہ سے چلتا بنا۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا نے انجیل و تورات کے کثیر تعداد نسخے کھول کر رکھ دیئے تھے۔ اور ہر نسخے کی عبارتیں پڑھ پڑھ کر اختلاف کے ثبوت دیتے جاتے تھے۔ اس کیفیت پر سب حیران رہ گئے' پھر فنڈر اور مولانا میں خط و کتابت بھی ہوئی۔ خط و کتابت امین الدین ہندی نے چھاپ دی تھی۔ مناظرہ کی روداد سید عبداللہ اکبر آبادی نے شائع کی۔ غرض ہندوستان میں پادری فنڈر اور دوسرے پادریوں کو ناکام بنانے والے مولانا رحمت اللہ اور ڈاکٹر وزیر خاں ہی تھے۔ پھر یہ ذوق عام ہوا۔ سینکڑوں' ہزاروں مسلمانوں نے عیسائیت کی کتابوں سے گہری واقفیت حاصل کر لی اور عیسائیوں یا دوسرے مبلغوں سے مناظرے کرنے لگے۔

جنگِ آزادی:

مئی 1857ء میں میرٹھ میں ہنگامہ بپا ہوتے ہی مظفر نگر میں حالات نے نازک صورت اختیار کر لی اور مختلف قصبوں میں آزادی کا پرچم بلند کر دیا گیا۔ مثلاً تھانہ بھون' کیرانہ' شاملی' بڑھانہ وغیرہ۔ مولانا رحمت اللہ نواح کیرانہ میں مجاہدین کی فوج کے سالار تھے۔

مجاہدین کیرانہ میں مسلمان گوجروں کی اکثریت تھی اور ان کی قیادت چوہدری عظیم الدین کر رہے تھے۔ لیکن تمام احکام مولانا رحمت اللہ ہی سے حاصل کئے جاتے تھے۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا' جس کی آواز سن کر لوگ جمع ہو جاتے۔ پھر اعلان ہوتا "ملک خدا کا' حکم مولوی رحمت اللہ کا"۔ اس کے بعد جو کچھ بتانا ہوتا بتا دیا جاتا۔

انگریزوں کی آمد:

قریباً چار مہینے تک یہ سلسلہ اطمینان سے جاری رہا۔ پھر انگریز فوج کیرانہ پہنچی۔ محلہ دربار کے دروازے کے

سامنے توپیں لگادی گئیں اور مختلف گھرانوں کی تلاشی شروع ہوگئی۔ چونکہ مولانا کی قیادت کا علم انگریزوں کو ہو چکا تھا۔ اس لئے انہیں کو ڈھونڈا جارہا تھا۔ مولانا کو پہلے ہی اطلاع مل گئی تھی اور وہ اپنے خاص رفیقوں کو لے کر پاس کے ایک گاؤں "پنجیٹھ" میں پہنچ چکے تھے' جب کیرانہ میں مولانا نہ ملے تو کسی مخبر نے "پنجیٹھ" کے بارے میں اطلاع دے دی کہ وہاں تلاش کرنا چاہئے چنانچہ انگریز فوج نے اِدھر کا رُخ کر لیا۔

مولانا کا بچاؤ:

انگریز فوج ابھی راستے ہی میں تھی کہ "پنجیٹھ" کے نمبردار نے مولانا کا والہانہ لباس اتروادیا۔ گھس کھدوں یا کسانوں کا لباس پہنایا' کھرپا ہاتھ میں دیا اور کھیت میں گھاس کھودنے کے لئے بٹھا دیا۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ میں جس کھیت میں گھاس کھودرہا تھا۔ انگریزی فوج اس کے ساتھ کی پگ ڈنڈی سے گزری بلکہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم کو لگ رہی تھیں۔

"پنجیٹھ" پہنچ کر ایک گھر کی تلاشی ہوئی اور مولانا کا کوئی سراغ نہ ملا۔ غالبًا اسی وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ ہندوستان میں نہ رہیں گے۔ تاہم کیرانہ سے باہر جانا سہل نہ تھا۔ اس لئے کہ ہر طرف دور دور تک انگریزوں کی عملداری تھی اور کہیں بھی وہ گرفتار ہوسکتے تھے۔

مولوی ذکاء اللہ دہلی کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ باہر سے جو پلٹنیں ہتھیاروں کے بغیر آتی تھیں' انہیں دہلی کے میگزین سے ہتھیار مل جاتے تھے: مولوی رحمت اللہ اس ٹوہ میں آئے کہ دہلی میں جہاد کی صورت کیا ہے۔ وہ بڑے عالم فاضل تھے۔ عیسائی مذہب کے رد میں صاحب تصنیف تھے۔ وہ قلعے کے پاس مولوی محمد حیات کی مسجد میں اترے۔ اس دانشمند مولوی کے نزدیک دہلی میں جہاد کی کوئی صورت نہ تھی۔ بلکہ ایک ہنگامہ فساد برپا تھا۔ وہ یہ سمجھ کر اپنے وطن چلے گئے۔

مولانا نہ مل سکے تو انگریزوں نے انہیں مفرور قرار دیا اور گرفتاری کے لئے گراں قدر انعام کا اعلان کردیا۔ اب مولانا کے لئے بچ نکلنا اور بھی مشکل ہوگیا۔ بایں ہمہ انہوں نے کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنے کا فیصلہ کرلیا۔ انہوں نے "مصلح الدین" نام اختیار کیا۔ خدا جانے کن غیر معروف راستوں اور کن بنجر علاقوں میں سے مشقتیں اٹھاتے ہوئے گزرے اور سورت پہنچے۔ وہاں سے جہاز میں سوار ہوکر مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہ ستمبر 1857ء میں کیرانہ سے نکلے تھے۔ معلوم نہیں انہیں حجاز پہنچنے میں کتنا وقت لگا۔

جائداد کی ضبطی:

ادھر حکومت نے جائداد کی ضبطی کا اعلان کردیا۔ اس بارے میں مخبری کرنے والے شخص کا نام کمال الدین تھا۔ 30 جنوری 1864ء کو مولانا کی ضبط شدہ قصباتی جائداد نیلام ہوئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے: سرائے کھجور' سرائے چوڑھے' سرائے شیخ فضل الٰہی' سرائے قصاباں' سرائے لوہ آباد' سرائے مایاں۔

ان کی قیمت لاکھوں روپے تھی لیکن یہ سب ایک ہزار چار سو بیس میں نیلام کردی گئیں۔ زرعی زمینیں ان کے علاوہ تھیں۔

پادری فنڈر سے ایک اور مناظرہ:

پادری فنڈر کو مولانا رحمت اللہ ہندوستان سے بھگا چکے تھے۔ 1284ھ (1867ء) میں وہ قسطنطنیہ پہنچا تو مولانا کو سلطان کے حکم سے مناظرے کے لئے بلایا گیا۔ فنڈر نے وہاں بھی شکست فاش کھائی۔ مولانا قسطنطنیہ سے مکہ معظمہ واپس آگئے تو مدرسہ صولتیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کردی جو خدا کے فضل سے اب تک کامیابی کے ساتھ جاری ہے اور مکہ معظمہ کی مشہور درسگاہ ہے۔ سلطان نے اس کے لئے وظیفہ مقرر کردیا۔ پھر مولانا نے اپنے حقیقی بھتیجے مولانا بدر الاسلام کو اپنے پاس بلا لیا اور تعلیم و تربیت دے کر سلطان کے خاص ملازموں میں شامل کرادیا۔

مولانا آخری دنوں میں مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے۔ وہیں 24 رمضان 1308ھ (2 مئی 1891ء) کو وصال ہوا اور مدینہ منورہ کی خاک پاک کے دامن میں آسودگی پائی۔ عمر چوہتر یا پچھتر سال کی تھی۔

مولانا صاحب نے پادری فنڈر کو مناظرے میں بائبل میں تحریف کے حوالے سے جو دلائل دیئے تھے۔ وہ کتابی صورت میں چار جلدوں میں "بائبل سے قرآن تک" کے عنوان سے عام دستیاب ہے۔ (جاری ہے)

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور (فون: 5833637)

کے زیر اہتمام اِس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کا انعقاد — 13 مئی تا 12 جون 2004ء — ہوگا' ان شاء اللہ

❁ اوقات: صبح 8:30 تا دوپہر 12:10 روزانہ ❁ **مضامین**

1) تجوید و ناظرہ
2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعہ حدیث
4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP
6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

❁ کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

❁ ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 500 روپے' جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لئے زرطعام و رہائش 1500 روپے

ان مستحق طلبہ کے لئے جو واجبات ادا نہ کرسکتے ہوں' خصوصی رعایت کی سہولت

المعلن: پروفیسر طارق مسعود پرنسپل قرآن کالج

امانت دیانت اور عہد کی پاسداری

تحریر: جناب رحمت اللہ بٹر' ناظم دعوت' تنظیم اسلامی' پاکستان

اسلامی اجتماعی زندگی کی بنیاد دو اصولوں پر استوار ہوتی ہے اور وہ ہیں امانت داری اور عہد کی پاسداری۔

اس سلسلے میں بنیادی اصول جو اللہ کی کتاب نے دیا ہے وہ یہ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء : 58)

''بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ امانتیں ان کے اہل کو سپرد کیا کرو۔''

اپنی نمائندگی کے لئے کسی کو ووٹ دینا گویا ایک امانت ہے۔ اگر ووٹر صحیح اور اہل کو ووٹ نہیں دیتا تو امانت کا حق ادا نہیں کر رہا اور اس کا ایسا نمائندہ جو بھی کرے گا' اس کا وبال ووٹر کو بھی پہنچے گا۔ اگر نمائندہ وعدے کر کے پھر امانت داری سے اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتا تو وہ بھی بددیانتی کرتا ہے۔

دوسرا معاملہ پبلک ذمہ داری کا ہے۔ جس کے پاس بھی کوئی منصب ہے اگر وہ اس کی ذمہ داری ادا نہیں کرتا تو امانت میں خیانت کر رہا ہے اور جو بھی مراعات اس امانت کے عوض لے رہا ہے' وہ ناجائز ہیں۔ اس کو ذرا اور وسعت دیں تو ایک بار امانت وہ ہے جو ہر انسان پر ڈالا گیا ہے اور اس کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ جیسے فرمایا:

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (الاحزاب : 72)

''ہم نے بار امانت پیش کیا آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔ پس اٹھا لیا اسے انسان نے بے شک وہ بڑا ناانصاف اور جاہل تھا''۔

اس کو بیان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان میں' جس کے راوی ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ الْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ قَالَ وَحَسِبْتُ اَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ)) (متفق علیه)

''تم میں سے کوئی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام سردار یا حکمران مسئول ہے اپنی رعایا کے بارے میں اور ہر انسان ذمہ دار ہے اپنے گھر والوں کا اور اس سے سوال ہوگا اس کی ذمہ داری کے بارے میں۔ ہر عورت ذمہ دار ہے اپنے خاوند کے گھر کی اور جوابدہ ہے اس کے بارے میں۔ ہر ملازم اپنے مالک کے اموال کا ذمہ دار ہے اور اسے جوابدہی کرنا ہوگا۔ اس کی غرض تم سب ذمہ دار ہو اور اپنی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہ''۔

یہی احساس ذمہ داری تھا جس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ فرات کے کنارے بھی کوئی کتا بھوکا مر گیا تو عمرؓ اس کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ ذمہ داری ہے اگر کسی اجتماعیت میں موجود ہو تو وہ قوم ترقی کرتی ہے اور اگر اس کا احساس ختم ہو جائے تو پھر ادھار مانگ کر گزارا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی کے نتیجے میں قومی آزادی گروی رکھنا پڑتی ہے۔

اس معاملے میں بعض دفعہ ایسے اشخاص جن کو کوئی اعزازی ذمہ داری ملے' اس مغالطے میں رہتے ہیں کہ شاید ان پر ذمہ داری کی ادائیگی لازم نہیں ہے' لیکن جان لیں جو بھی ذمہ داری کوئی قبول کرے اس پر لازم ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرے ورگرنہ یہ اس کام میں خیانت ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں کام میں کوتاہی اور کمی ہو جائے گی اور نتیجتاً جماعتی زندگی مضمحل ہو جائے گی۔

یہی بات ہے جسے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ اس کے رسول اور اپنی امانتوں میں خیانت سے خود کو بچاؤ۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانفال:27)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول ﷺ کے حقوق میں خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو اور تم اس کا (نقصان دہ ہونا) جانتے ہو''۔

اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَجْتَمِعُ الْاِيْمَانُ وَالْكُفْرُ فِيْ قَلْبِ امْرِئٍ وَلَا يَجْتَمِعُ الْكَذِبُ وَالصِّدْقُ جَمِيْعًا وَلَا يَجْتَمِعُ الْخِيَانَةُ وَالْاَمَانَةُ جَمِيْعًا

(رواه عبدالله بن وهب فى الجامع)

''جیسے ایمان اور کفر کسی انسان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح جھوٹ اور سچ اور امانت اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے''۔

مزید وضاحت فرمائی نبی اکرم ﷺ نے۔

عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: وَاِنْ قَضِيْبًا مِنْ اَرَاكٍ)) (رواه مسلم)

''حضرت ابوامامہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی بندہ مسلم کا حق مارا قسم کے ذریعے تو اس کے لئے دوزخ واجب ہو جاتی ہے اور اس پر جنت حرام کر دی جاتی ہے۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول خواہ وہ بھی معمولی چیز ہو تب بھی اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگرچہ پیلو کے درخت کی ایک ٹہنی (مسواک) ہو''۔

اس امانت کی ایک صورت قرض بھی ہے کہ انسان اپنی کمائی کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے صرف کرنے کے لئے صرف اللہ کی محبت کی خاطر دیتا ہے تو یہ تو بہت ہی احسان کا معاملہ ہوتا ہے کہ اس کی ادائیگی بہت لازم ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ)) (رواه مسلم)

''حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے

پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں تو کیا میرے گناہ معاف فرما دیئے جائیں گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تو شہید کر دیا گیا اس حال میں کہ تم نے اس کو برداشت کیا اور صرف آخرت کے اجر کے لئے جنگ کی اور جنگ کے دوران دشمن کے سامنے رہے۔ پیٹھ پھیر کر نہ بھاگتے ہوئے قتل ہوئے۔ تمہاری خطاؤں میں سے قرض کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائی ہے''۔

اس خیانت کا ایک پہلو دھوکہ دہی اور فریب کاری ہے۔ جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا وَالْمَكْرُ وَالْخِدَاعُ فِي النَّارِ))

اخرجہ ابن حبان عن عبداللہ بن مسعود

''جس شخص نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فریب اور دھوکہ تو دوزخ میں لے جانے والا ہے''۔

اور حضرت قیس بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ مکر وفریب اور دھوکہ کرنے والا دوزخی ہوگا تو میں تمام انسانوں سے بڑھ کر مکر وفریب کرنے والا ہوتا۔ اور اس امانت داری کے دوسرے پہلو پر غور کیجئے اور وہ ہے تمہید کی پاسداری۔ تمام انسانی معاملہ کا دارومدار عہد پر ہے خواہ وہ کہے ہوئے ہوں یا زبانی۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ اجتماعیت کی بنیاد ہی عہد کی پاسداری پر شروع ہوتی ہے جب کوئی مرد اور عورت ایک خاندان کی اکائی میں بندھتے ہیں تو اسے عقد نکاح کہا جاتا ہے۔ جس میں مرد اس کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے کہ وہ خاندان کے لئے تمام ضروریات فراہم کرنے کی جدوجہد کا پابند ہے اور عورت اس کے گھر کی نگران اور اپنی عصمت کی حفاظت اور اس کی فرمانبرداری کرنے کی پابندی اختیار کرتی ہے۔ اس طرح والدین اپنے بچوں کی کفالت اور تربیت پر جو اپنی جان کھپاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد ان کے بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال کرے گی۔ پھر تمام بڑے بڑے معاملات معاہدات ہی کی صورت میں طے کئے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے عہدے جب کسی کو سپرد کئے جاتے ہیں تو ان سے حلف لیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں اس عہد کے مطابق ادا کرے گا۔

قرآن مجید میں اسی لئے یہ دونوں چیزیں اکٹھی ذکر کی جاتی ہیں چنانچہ بندہ مومن کے بنیادی اوصاف سورۃ مومنون کے شروع میں اور پھر سورہ المعارج میں بیان ہوئے ہیں اور دونوں جگہوں پر فرمایا گیا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ o﴾ (المومنون: 8)

''اور ایمان والے اپنی امانتوں اور وعدوں کو نبھاتے ہیں''

قرآن مجید دوسری جگہ پر ایمان والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے معاہدوں کو پورا کیا کریں جیسے سورۃ المائدہ کے شروع میں فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾

''اے ایمان والو اپنے معاہدات کو پورا کیا کرو''

اور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں چیزوں کا اکٹھا کیا ہے اس فرمان میں جس میں نفاق کی علامات بیان کی ہیں کہ

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))

(متفق علیہ)

''منافقت کی یہ تین علامات ہیں کہ آدمی جب بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرے''۔

اور سب سے بڑے تو وہ عہد ہیں جو بندہ مومن نے اپنے مالک سے کر رکھے ہیں۔ ایک عہد الست اور عہد شہادت کہ جب وہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے اللہ کو اپنا مالک اور محمد ﷺ کو اپنا رسول مانا۔ جس کے بارے میں قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (المائدۃ: 7)

''یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی اور اس پختہ عہد کو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں باندھ لیا ہے جب تم نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا اور اللہ ہی سے ڈرو کچھ شک نہیں کہ خدا دلوں کی باتوں (تک) جانتا ہے''۔

یہی ہے جس کو نبی اکرم ﷺ ہمیشہ یاد کروایا کرتے تھے اپنے خطابات میں جیسے روایت کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ الفاظ نہ کہے ہوں۔

((لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ.))

''اس شخص کا ایمان نہیں ہے جس میں امانت داری نہیں ہے اور اس کا دین نہیں ہے جس میں عہد کی پاسداری نہیں ہے''۔

اور اسی کو بیان کیا گیا ہے قرآن مجید میں کہ یہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے لیکن بعض لوگوں کو اس سے گمراہی ملتی ہے اور وہ کون ہیں

﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ o الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ﴾

(البقرۃ: 26'27)

''اور اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے اس قرآن مجید کے ذریعہ ان کو جو فاسق ہیں جو توڑنے والے ہیں اپنے عہد کو جب وہ پختہ عہد کر چکے ہیں اللہ کے ساتھ''

اور یہی وجہ ہے کہ تاکید فرمائی گئی ہے عہد کی پاسداری کی قرآن مجید میں بار بار۔ چنانچہ فرمایا: سورۃ نحل میں

﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ﴾

''تم اللہ سے باندھے ہوئے عہد پورے کیا کرو''

اور فرمایا سورہ بنی اسرائیل میں:

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا o﴾ (آیت: 34)

''اور اپنے وعدوں کو نبھایا کرو بے شک وعدہ کے بارے میں سوال ہوگا''۔

منتقلی دفتر

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن کا دفتر 3 ریواز گارڈن لاہور سے سمن آباد منتقل ہوگیا ہے۔

اس کا موجودہ پتہ یہ ہے:

866-N پونچھ روڈ سمن آباد لاہور

نیا فون نمبر: 7584627

مرزا ایوب بیگ

(امیر تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن)

رپورٹ شب بسری تنظیم اسلامی ایبٹ آباد

مقامی عاملہ میں طے شدہ شیڈول کے مطابق 27 مارچ 2004ء کو دفتر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد میں شب بسری کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کا آغاز 27 مارچ کو بعد نماز عصر امیر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد جناب ذوالفقار علی صاحب کے درس سے ہوا۔ انہوں نے منتخب نصاب میں سے سورہ حٰمٓ السجدہ کی آیات کے حوالے سے درس دیا۔ بعدازاں ناظم دعوت عبدالجلیل صاحب نے رفقاء کے تین گروپ بنائے اور انہیں گشت پر روانہ کیا۔ قریبی رفقاء سے رابطہ کیا گیا او عام لوگوں کو درس قرآن کی دعوت دی گئی۔ نماز مغرب کے بعد موتی مسجد اپر ملک پورہ میں محمد سلطان صاحب نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ انہوں نے مدلل انداز میں انسان کی نجات کے لوازم بیان کئے۔ قریباً 25 رفقاء و احباب نے ان کا درس سنا۔ اس کے بعد دفتر تنظیم میں عبدالجلیل صاحب نے ''دین و مذہب کا فرق'' بیان کیا۔ بعد میں اس موضوع پر سردار ثاقب صاحب نے بھی گفتگو کی۔ اس کے بعد راقم نے ''دینی فرائض کا جامع تصور'' بیان کیا۔ عشاء کی نماز کے بعد سردار محمد ثاقب صاحب نے ''منہج انقلاب نبویؐ'' میں سے ''انقلابی تربیت اور اس کا ہدف'' کا مطالعہ کروایا۔ طعام کے بعد رفقاء نے چہل قدمی کی۔ آرام کے بعد رفقاء صبح بیدار ہوئے' نماز فجر موتی مسجد میں باجماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد رفقاء نے خطیب صاحب کا درس قرآن سنا۔ بعدازاں دفتر تنظیم میں دعاؤں کا مذاکرہ ہوا۔ ناشتے کے بعد ندیم صاحب نے مودودی صاحبؒ کی تصنیف ''تحریک اور کارکن'' میں سے ''کارکنوں کا اصل سرمایہ'' کا مطالعہ کروایا۔ اس کے بعد محمد سلطان صاحب نے حالات حاضرہ کے حوالے سے گفتگو کی۔ رفقاء نے شب بسری کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کئے۔ مشورہ کے بعد ماہ اپریل کے لئے 24 اپریل کو شب بسری طے کی گئی۔ آخر میں ذوالفقار علی صاحب نے منتخب نصاب میں سے سورۃ التغابن کی آیات کا درس دیا۔ دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں 8 رفقاء نے کل وقتی جبکہ 7 نے جز وقتی شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے' اور آئندہ بھی رفقاء کو اپنے دین کے لئے اوقات صرف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: اسد قیوم)

حلقہ بہاولنگر کا ماہانہ تربیتی و تنظیمی اجتماع

یہ اجتماع 6 اپریل بروز اتوار مسجد جامع القرآن ہارون آباد میں منعقد ہوا۔ ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی صاحب اور معاون ناظم دعوت جناب محمد اشرف وصی صاحب کے ہمراہ امیر تنظیم شمالی پنجاب جناب خالد محمود عباسی صاحب اس پروگرام میں شرکت کے لئے لاہور سے تشریف لائے۔ پروگرام کا آغاز 11:30 بجے ہوا۔ یہ پروگرام دو مرحلوں پر مشتمل تھا پہلا مرحلہ ساڑھے تین بجے تک جاری رہا جس میں فرائض دینی کا جامع تصور کتابچہ زیر بحث رہا دوسرے حصہ میں مرکزی مجلس شوریٰ کے لئے ممبر کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس پروگرام میں تقریباً 40 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ پہلے حصے کا آغاز باقاعدہ اشرف وصی صاحب کی تمہیدی گفتگو سے ہوا۔ پھر انہوں نے کتابچے کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تین رفقاء کو خطاب کی دعوت دی۔ اس کے بعد اشرف وصی صاحب نے وائیٹ بورڈ پر نقشے کی مدد سے نہایت جامع انداز میں دینی فرائض کے جامع تصور پر مذاکرہ کروایا جس میں رفقاء نے بھرپور انداز میں حصہ لیا۔ پروگرام کا دوسرا مرحلہ مرکزی مجلس مشاورت کے لئے ایک ممبر کے انتخاب پر مشتمل تھا جس کو ناظم اعلیٰ صاحب نے سپر وائز کیا۔ محترم ناظم اعلیٰ صاحب نے شورائیت اور جمہوریت کے فرق کو واضح کیا۔

انہوں نے فرمایا کہ ہماری تنظیم میں شورائیت کا نظام ہے۔ آپ نے ایک حدیث کے ذریعے واضح کیا کہ جب امیر مشورہ کرتا ہے تو اس کے مشورے میں اللہ کی نصرت شامل ہوتی ہے اس کے بعد انہوں نے انتخاب کے لئے ہدایات دیں۔ اس موقع پر جناب منیر احمد صاحب نے امیر تنظیم شمالی پنجاب جناب خالد محمود عباسی صاحب کو فرمائشی طور پر دعوت دی کہ وہ رفقاء کو کوئی پیغام دیں۔ محترم عباسی صاحب نے رفقاء کو جذبہ خیر خواہی کے متعلق احادیث کی مدد سے نہایت ناصحانہ انداز میں ایسی باتیں بتائیں جو ہر ایک کے لئے مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہیں اور جماعتی زندگی میں ان کا بڑا عمل دخل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن مومن کا آئینہ اس طرح ہوتا ہے کہ آپ جب آئینہ دیکھیں تو وہ آپ کی خوبیاں اور خامیاں بتا دیتا ہے لیکن اس کا اظہار دوسروں سے نہیں کرتا گویا وہ خاموش راز داں ہوتا ہے۔ اسی طرح طعنہ زنی اور ذاتی معاملات پر گفتگو کی ممانعت کی حکمت بیان کی کہ یہ چیزیں تعلقات کو توڑنے کا باعث بنتی ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر ایک کے لئے خیر خواہی کا جذبہ رکھنا چاہئے۔ انہوں نے اپنی گفتگو کو ختم کرتے ہوئے کہا کہ کسی سے اتنی محبت نہ کرو کہ اس کی خامیوں کو نظر انداز کرو اور اتنی نفرت بھی نہ کرو کہ اس کی خوبیاں نظر نہ آئیں۔ اسی کے ساتھ ہی پروگرام بھی اپنے اختتام کو پہنچا۔ آئندہ اجتماع کا موضوع ہوگا ''جہاد فی سبیل اللہ''

(مرتب: سجاد سرور)

اسرہ دیر کا ایک روزہ دعوتی پروگرام

مورخہ 27 مارچ بروز ہفتہ 2004ء اسرہ دیر کے زیر انتظام بابا صاحب مسجد ریحان کوٹ دیر خاص میں ایک روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد ہوا جس کے لئے حلقہ سرحد شمالی کے قائم مقام امیر غلام اللہ خان حقانی اپنے سہ ماہی دعوتی پروگرام کے شیڈول کے مطابق تشریف لائے تھے۔ اس پروگرام میں بیبیوڑ تنظیم کے چھ رفقاء نے بھی شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز نماز عصر کے بعد غلام اللہ خان حقانی کے خطاب بعنوان ''اسلام کی راہ میں حائل رکاوٹیں'' سے ہوا انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ خلافت قائم نہ ہونے کی اصل وجہ امت مسلمہ کا آپس میں انتشار و افتراق ہے لیکن دوسری جانب تقریباً تمام اسلامی ممالک کے سربراہان و صدور امریکہ اور یہود کی زبان بول رہے ہیں۔ امریکہ اور یہود جو کچھ چاہتے ہیں وہ اپنے ان ایجنٹوں کے ذریعے مسلمانوں پر کرتے رہتے ہیں۔ مولانا صاحب کا یہ خطاب تقریباً 120 افراد نے پوری توجہ سے سنا۔

دوسری نشست نماز نماز مغرب کے بعد ہوئی جس میں مولانا حقانی صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ پر تقریر کرتے ہوئے تقریباً 95 افراد سے مخاطب ہوئے۔ پروگرام کی تیسری نشست نماز عشاء کے بعد بلال مسجد میں ہوئی جس میں غلام اللہ صاحب نے فرائض دینی کے جامع تصور پر لب کشائی کی۔ اس نشست یں سامعین کی تعداد 40 کے قریب تھی۔ چوتھی اور آخری نشست اگلے دن بعداز نماز فجر درس قرآن پر مشتمل تھی۔ سورہ الرحمٰن کی ابتدائی چار آیات پر حقانی صاحب نے انتہائی فصاحت و بلاغت اور انتہائی مدبرانہ انداز میں سامعین کو انسان کے مقصد تخلیق او اس کی امتیازی خصوصیات پر درس دیا۔ اس کے بعد پروگرام کی اختتامی دعا ہوئی۔ (مرتب: لائق سید دیر)

[illegible] صحت

راولپنڈی کے مبتدی رفیق نعیم احمد صاحب ان دنوں علیل ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔

قارئین ندائے خلافت سے اُن کے حق میں دعائے صحت کی اپیل ہے۔

[illegible] مغفرت

حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق وارث خان کی نانی صاحبہ کا انتقال ہو چکا ہے۔

رفقاء و احباب اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

from which flows wisdom and laws to reign supreme in society and state. Supremacy of Islamic laws implies supremacy of Allah's will, the Divine Will. In other words, Allah's will, which is expressed in the Qur'an and Sunnah on all aspects of the life of man and society, should be prevailed supreme in the state. In short, Allah is the one who possesses sovereignty and people are His vicegerents on the earth.

Unanimous agreement of Muslims

There is absolutely no dispute or division on these basic principles of Islam. Even the self-proclaimed "moderates" are in agreement with these basics. The only dispute is over operationalisation of the Shari'ah principles. That is why Daniel Pipes has resorted to calling the self-proclaimed "moderates" as "radical" and "apologists" and has started backing the secularists and those atheistic tendencies among Muslims. However, that is the anti-Islam forces' betting on the wrong horse.

This implication of Tawḥeed goes entirely against the main tenet of Western democracy, popular sovereignty. In secular democracy, it is the people who possess the right of making the laws, and also executing and adjudicating the laws. In the formulation of laws it is not necessary for the people in legislature to refer to the scriptures, the Qur'an, the Bible or any other religious text. People are sovereign and independent to make their own laws based on man-made ideologies, man-made constitutions or in line with the programmes of the ruling parties irrespective of what the scriptures may instruct.

Setting aside permanent norms give rise to the possibility that people who are making laws in a secular democracy are not good and their will may contradict the Divine will. Secondly, the so-considered "general will" may not be the "good will."

In other words, in Islam, the true believers even if they are in the legislature and engage in the law-making process, they remain as vicegerents of Allah. Hence they refer to the Divine laws while making the laws so that 'their will' should not be contradicting the 'Divine will'. It signifies that in Islam no believer submits to another believer or a group of believers rather all submit to Allah alone, while making, executing and adjudicating the laws.

Under secular democracy, those who are elected by the people for the law-making bodies become the rulers and the rest have no way than to follow them or resist them as opposition with varying rates of success. It shows that there is a great risk of degenerating into despotism, particularly, if the elected to power do not reflect the good will, rather their own 'selfish will' based on their own economic and political interest. Examples of this kind of exploitation abound in the present day world.

All these views of Tawḥeed, and the supremacy of Shari'ah and the concept of sovereignty of Allah go entirely against the secular foundation of democracy and its important principle, popular sovereignty. That is why the New York Times congratulates "not invoking Shari'ah" in Afghan constitution and the Chief occupier in Iraq threatens to veto Islamic law.

The question is, can Western democracies work for the good and the wider interest of Muslims who are not supposed to go against the Will of Allah for being Muslims? Will the much vaunted principle of freedom to practice religion be denied to Muslims who are being forced to relinquish the most basic principles of their religion simply for the sake of accepting the secular concept of democracy?

History bears witness to the fact that during the period of absolute monarchies in the West, people badly required some ideology to fight against the absolute monarchs. They found in democracy a good weapon for them to fight against absolute monarchs and form their own government based on the consent of the people. They were quite successful in their attempt since absolute monarchies slowly transformed into constitutional monarchies and then into representative democracies.

These representative democracies are now fast turning into absolute democracies where people are helpless before two party dictatorships and choice-less elections in which there is hardly any difference between electing one or another democratic king.

For these imperial democrats, democratization in the real sense of promoting "liberty" and "equality" to Muslims has never been the mission, rather the forces behind them have the agenda of undermining Islam behind it. It shows that in the face of the neo-cons going after the basic tenants of Islam in the name of democracy will utterly fail, despite forming all kinds of coalitions and using all its lethal technological and media power against Muslims.

What Muslims need to do In such state of affairs, it seems pertinent for Muslims to reflect and formulate some suitable strategies to face strategies of the anti-Islam forces and their "Muslim" collaborators and set proper direction to attain their goal of revitalising Islamic civilization.

Revitalization of Islamic civilization entails the establishment of all socio-political and economic institutions based on the Divine Laws, which reflect the Divine will. When the Divine laws prevail supreme in the Islamic civilization, people would enjoy real liberty and freedom because they would follow the Divine laws willingly. This further shows that people can enjoy real liberty only through Divine vicegerency not through popular sovereignty under the western form of secularism.

What the aggressors need to do

The Pharaohs of 21st century need to understand that occupations is not a solution to the fear in their heart. They need to read Daniel Pipes, who suggests that they will never succeed is maintaining occupations in Muslim land. The reasons he has cited are partly correct. The real reasons are as mentioned above which Muslims and non-Muslims will ignore at their peril.

The occupation forces should admit their crimes, end the occupation, pay reparations and let Iraqis, Afghans and all other Muslims live their life according to their prescribed way of life. Muslim self rule is the answer. That is the only way Muslims will not only have decent governments for themselves but could also become role model for others.

This may sound irrational to the master-minds behind the direct and indirect occupations of Muslim lands, but at least it will work — in contrast to the ambitious but failing current projects.

Notes

[1] Thomas L. Friedman, "Nasty, Brutish and Short," The New York Times, April 11, 2004.

[2] Ibid. New York Times

[3] In a debate with Muqtedir Khan in 2003, Daniel Pipes admitted that secularism is not a pre-condition for democracy. After the recent study from RAND Corporation (Civil and Democratic Islam), Daniel Pipes has taken it upon himself to promote secularists and secularism through establishing Institutes and other such measure. Friedman's April 11, 2004 article is an attempt in the same direction. The tone is changing with unveiling the serious parts of the neo-cons agenda.

Change of Address

The offices of Tanzeem-e-Islami Lahore Division have been shifted to 866-N Poonch Road, Samanabad, Lahore

Ph:7584627

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No.16

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Why will the US fail?

The US will fail in all that it wants to achieve in the Muslim world simply because it is now clearly established that it is up against the very basic principles of faith of 1.3 billion people.

The Western people in particular are the victims of a gigantic and deadly hoax. They are told that the war on Afghanistan and Iraq is no more a war for WMD or democracy, or terrorism any more. These were just initial steps towards "a war between radical Islam and America."[1]

The hoax goes on to make the Western people believe that Islam has two faces: "Islam with a human and progressive face" and an Islam that is "exclusivist and hostile to the world."[2] This US will be defeated by its own hoax about Islam.

The hoax-mongers are fast moving from the mantra of making democratic models to the making Islam fit for democracy. Any opposition to the use of unprecedented amount of killing and terror to impose democracy on selected Muslim countries is considered as "resistance" of a "small fraction" of "exclusivist Muslims" who are "the enemies of democracy."

Besides the so-considered "progress" made towards democracy in the 30 and 14 months occupation of Afghanistan and Iraq respectively, there are other factors that show that the US will never be able to split Muslims the way it wants in the name of imposing its brand of democracy in the Muslim world.

Impartial analysts need to analyse these facts and guide the US administration and the promoters of terror under the banner of democracy for better understanding of the realities about Islam and Muslims. Together they need to repackage their democracy rather supporting their futile attempts at "rebuilding Islam" for 1.3 billion people.

Democracy is now used as a weapon to achieve the objective of weakening the exaggerated threat of Islam. The reason is that there are some principles of democracy that are compatible with Islam and some are in total contradiction to its core principles. To make Islam compatible to these principle, rather than doing the other way round, is an invitation to continuous trouble and an exercise in futility.

It is interesting to note that persons, such as Daniel Pipes, who have accepted in the past that democracy need not be secular,[3] now propose to secularise Islam otherwise democracy will never take roots in the Muslim world.

It is as irrational to expect that the fear of never ending massacres will make Muslims reject the basic principles of their faith without any critical scrutiny as it is illogical to reject any Western concept only because it is originated in the West.

Some of the principles of democracy such as 'freedom', 'equality' and 'election' are not only compatible with Islam, but it is Islam which has imported to the people their natural rights, equality, freedom and justice. In Islam, although the interest of an individual is subordinated to the community but the individual is given sufficient liberty which is necessary for the development of his personality.

The head of the state in Islam is subject to the same laws like the common man. He is supposed to be elected by the people and should be deposed by the people if he goes contrary to the law. This way, democracy is the most important aspect of Islam as a political ideal.

The origin of state is not force, but free consent of individual who unite to form a brotherhood, based upon legal equality, in order that each member of the brotherhood may work out the potentialities of his individuality under the law of Islam. Government is an artificial arrangement, and is divine only in the sense that the revealed law of Islam demands peace and security.

The modern Western discourse on liberty and equality can be traced back to Islam, particularly from the time of the Prophet Mohammed and the period of Khulafa-i-Rashideen. It was during this period that the real meaning of liberty and equality was translated into practice. In other words, this principle of democracy-liberty and equality are not new to Islam at all. In fact, it is Islam which has presented these concepts to the world to liberate man from all sorts of man-centred authoritarianism and dominations.

Many aspects such as mentioned above are compatible to Islam, but many of these principles are not totally free from problems and risks in secular democracies.

The string of secularism

The rejection of the secular and material foundation of democracy is not limited to a fraction of Muslims. It is rooted in the Islamic concept of Tawheed, the unity of Allah and the unity of life. Tawheed is the unifying force which joins the spiritual and material aspects of life into a single and the united entity of life. Unlike the dualistic concept of life of the West which separates matter from spirit, in Islam all this immensity of matter constitutes a scope for the self-realization of spirit. For this reason, there is no bifurcation between mosque and state and all that is secular is therefore sacred in the roots of its being.

This unified approach to life in Islam is antithetical to secularism, nationalism and Western concept of democracy. Unlike the Western democracy which has its roots in economic regeneration in Western societies, democracy of Islam did not grow out of such an economic opportunity. It is a spiritual principle based on the assumption that every human being is a centre of latent power, the possibilities of which can be developed by cultivating a certain type of character.

Due to the secular and materialistic nature, Western democracy mainly caters to the material life of a society leaving the spiritual aspect altogether. Consequently, democracy in the West tends to move away from moral and ethical values. This secularist and materialistic orientation of Western democracy is totally rejected by Islam and no amount of imposed wars and planted divisions can make it Islamic.

The error does not lie in the forms and processes of governance but in their lack of ethical and spiritual concerns and their orientations and value system in the West.

Sovereignty

Similarly, the concept of sovereignty in Islam which demands ultimate loyalty to Allah also contradicts secular democratic principles. Islam demands loyalty to Allah, not to thrones or man made laws that are contradictory to the laws given by Allah and limits set by the Qur'an and Sunnah. And since Allah is the ultimate spiritual basis of all life, loyalty to Him virtually amounts to man's loyalty to his own ideal nature.

Shari'ah

Tawheed is not merely a verbal faith in the unity of Allah and unity of life but a spring